DRAMA OF THE GOOD SAMARITAN

ڈرامہ

نیک سامری



قیمت ۴ر

گذارش

اوّل اِس ڈرامہ کا سرسری ڈھانچہ پادری سی۔ اے۔ کلیم صاحب نے جب وہ اب سے چند سال پیشتر قصبہ رائونڈ ضلع لاہور میں مقیم تھے تیار کیا۔ جسے بعد میں ڈاکٹر میر فقیر اللہ صاحب شیدؔا سکنہ گوجرانوالہ نے ڈراما کی زبان و صورت میں ڈھالا اور آخر میں خاکسار نے مناسب تبدیل و ترمیم اور تنسیخ و ایزاد کے بعد موجودہ شکل میں مکمّل کر کے پبلک کے پیش کیا۔ موقعہ اور مقام کے مطابق اس کے بعض حصّوں کو حذف کر کے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے +

مہاں سنگھ باغ
لاہور

ایم ۔ کے ۔ خانؔ
مینجر و ایڈیٹر رسالہ "المائدہ"

DRAMA OF THE GOOD SAMARITAN

ڈرامہ

نیک سامری

ایم۔ کے۔ خان۔ مہاں سنگھ باغ

لاہور

بارِ اوّل قیمت ۴ر

رحمدِل سامری کی تمثیل

اور دیکھو۔ ایک عالِم شرع اُٹھا اور یہ کہہ کر اس کی آزمائش کرنے لگا کہ اے اُستاد۔ مَیں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں۔ اُس نے اُس سے کہا کہ توریت میں کیا لکھا ہے؟ تُو کِس طرح پڑھتا ہے؟ اُس نے جواب میں کہا کہ خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ اُس نے اُس سے کہا تُو نے ٹھیک جواب دیا۔ یہی کر تو تُو جئیگا۔ مگر اُس نے اپنے تئیں راستباز ٹھہرانے کی غرض سے یسُوع سے پُوچھا۔ پھر میرا پڑوسی کون ہے؟ یسُوع نے جواب میں کہا کہ ایک آدمی یروشلم سے یریحو کی طرف جا رہا تھا کہ ڈاکوؤں میں گھِر گیا۔ اُنہوں نے اس کے کپڑے اُتار لئے اور مارا بھی اور ادھموا چھوڑ کر چلے گئے۔ اتفاقاً ایک کاہن اُسی راہ سے جا رہا تھا۔ اور اُسے دیکھ کے کترا کر چلا گیا۔ اسی طرح ایک لیوی اُس جگہ آیا۔ وہ بھی اُسے دیکھ کے کترا کر چلا گیا۔ لیکن ایک سامری سفر کرتے کرتے وہاں آنکلا اور دیکھ کر ترس کھایا۔ اور اس کے پاس آیا۔ اور اُس کے زخموں کو تیل اور مَے لگا کر باندھا اور اپنے جانور پر سوار کر کے سرائے میں لے گیا۔ اور اُس کی خبرگیری کی۔ دوسرے دن دو دینار نکال کر بھٹیارے کو دئے اور کہا۔ اِس کی خبرگیری کرنا۔ اور جو کچھ اس سے زیادہ خرچ ہوگا مَیں پھر آ کر تجھے ادا کر دُونگا۔ اِن تینوں میں سے اُس شخص کا جو ڈاکوؤں میں گھِر گیا تھا تیری دانست میں کون پڑوسی ٹھہرا؟ اس نے کہا وہ جس نے اُس پر رحم کیا۔ یسُوع نے اُس سے کہا جا۔ تُو بھی ایسا ہی کر۔ (لُوقا ۱۰: ۲۵- ۳۷)

مرکنٹائل پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں موسے خاں پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر دھیان سنگھ باغ لاہور سے شائع کی

خستہ حال یہودی اور رحمدل سامری



THE GOOD SAMARITAN

اشخاصِ ڈرامہ

ذکریا	یہودی سوداگر
مارتھا	ذکریا کی بیوی
بلق	ایک ڈاکو
اُستاد	ڈاکوؤں کا سردار
عاموس	ذکریا کا دوست
صوبیدار	حاکمِ علاقہ
مرقس	صوبیدار کا نوکر
شمعون	سامری
کاہن	یہودیوں کا دینی پیشوا
لاوی	" " "
سرادار	سرائے کا مالک
جان نثار	سرائے کا ایک نوکر
ڈاکٹر	معالجِ علاقہ۔

پہلا سین

ذکریا سوداگر کا دکان

(ذکریا موتیوں کا ڈھیر سامنے رکھے بیٹھے ہیں۔ دو چار آدمی سامنے نظر آتے ہیں)۔

ذکریا۔ (ایک خریدار سے) جناب۔ بتلائیے اور حکم فرمائیے کہ آپ کو کیا چاہیئے؟

خریدار۔ مَیں نے سُنا ہے کہ آپ ابھی ہندوستان سے آئے ہیں اور لعل و جواہر خرید کر ساتھ لائے ہیں۔ مَیں بغداد کے گورنر کا مختار ہوں اور موتیوں کا خریدار ہوں۔ عمدہ سے عمدہ قسم کے موتی مجھے دیجئے اور اپنے پُورے دام مجھ سے وصول کر لیجئے۔

(ذکریا اُسے کئی ایک موتی دکھاتا ہے اور اس سے سودا کرتا ہے)۔

ذکریا۔ (دوسرے خریدار سے) سنائیے آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔ آپ کو کیا درکار ہے؟

دوسرا خریدار۔ مَیں مصر کا تاجر ہوں۔ بہت بڑا سوداگر ہوں۔ شاہِ مصر کے تاج میں سے ایک ہیرا کل شکار کھیلتے گر گیا۔ جہان پناہ بہت جھنجلائے غصّے میں آئے گھبرائے اور حکم دیا کہ جو اس ہیرے کو ڈھونڈ لائے بہت انعام و اکرام پائے۔ افسر بھاگے۔ پیادے دوڑے۔ سوار گھوڑوں کو ہوا میں اُڑا لے گئے۔ سُراغرسانوں نے کونہ کونہ چھان مارا اور کھوجیوں نے تمام جنگل اور میدان۔ آبادی اور وادی سب کچھ دیکھا مگر کہیں نشان نہ پایا۔ اب مجھے حکم ہُوا ہے کہ یرجو کے جوہری کے پاس جاؤں اور اسی قیمت اور اسی آب و تاب کا ایک ایسا ہیرا خرید لاؤں۔ بس اسی قطع وضع کا ایک ہیرا دکھائیں۔ بس مَیں اس کا خریدار ہوں۔ اور تمام قیمت دینے کو تیار ہوں۔

(ذکریا ایک قیمتی ہیرا دکھاتا ہے اور خریدار پسند کر کے قیمت ادا کرتا ہے)۔

تیسرا خریدار۔ میں یمن کا باشندہ ہوں۔ یمن کے لعل بیچتا ہوں۔ بہت سے قیمتی دانے لایا ہوں۔ آپ مجھ سے لعل لے لیجئے اور اس کے عوض کچھ زمرد اور نیلم دیجئے۔

ذکریا۔ یہ تو بھلا ہوا آپ آ گئے۔ میری مشکل حل ہو گئی۔ میں یمن کے لعلوں کا خواہشمند تھا اور اپنا آدمی آج ہی بھیجنا چاہتا تھا۔ کوہ قاف کا ایک نواب ہے جو ان لعلوں کا مشتاق ہے۔ کل سے اُس کا آدمی اسی لئے آیا ہے۔ میرے ہاں ڈیرا لگایا ہے۔ بتائیے کیا لائے ہیں؟ دکھائیے اور سودا چکائیے۔

(وہ خریدار اپنا مال اُسے دکھاتا ہے اور ذکریا سے سودا کرتا ہے)۔

(قاصد کا آنا)

قاصد۔ (ذکریا کو ایک خط دے کر)۔ جناب یہ خط عاموس کا ہے۔ اور انہوں نے مجھے آپ کے پاس دے کر بھیجا ہے۔ مہربانی سے ابھی کھول کر پڑھ لیجئے اور جواب لکھ دیجئے۔

ذکریا۔ (جلد کھول کر پڑھتا ہے) اچھا بہتر۔ اوّل اُن سے سلام کہنا اور پھر پیغام دینا کہ میں حکم کے مطابق تمام لعل و جواہر۔ یاقوت و زمرد۔ نیلم اور پکھراج ساتھ لاؤنگا کل عین صبح کے وقت حاضر خدمت ہو جاؤنگا۔

(قاصد کا جانا اور ذکریا کا خط کو دری کے نیچے رکھ دینا)

ذکریا۔ (خریدار سے) افسوس ہے۔ وہ قاصد آیا اور میں اُس سے باتوں میں لگ گیا اور یوں آپ کو انتظار کرنا پڑا۔ مگر معاملہ بہت ضروری تھا۔ اُمید ہے کہ آپ معاف کرینگے۔ اب آپ بتائیے جو ارشاد ہو بسر و چشم بجا لاؤنگا۔

خریدار۔ آپ کچھ تکلیف نہ کریں۔ اب اگر آپ کو فرصت ہو تو وہ یاقوت اور نیلم۔ لعل اور پکھراج دکھائیے۔ لیکن ہوں ایسے کہ دُنیا کے تختہ پر ڈھونڈے سے ان کی مثال نہ ملے۔

ذکریا۔ اچھا تو اندر آئیے۔ اور ملاحظہ فرمائیے۔

(ذکریا اور خریدار کا اندر جانا اور بلق کا پیچھے دکان پر اکیلا رہ جانا۔ بلق کا موقع کو غنیمت جان کر دری کے نیچے سے خط نکال کر پڑھنا)۔

مضمونِ خط

برادرم ذکریا

اسرائیل کے خدا کی رحمت تم پر سدا رہے اور خدائے قادرِ مطلق تمہیں سلامت باکرامت رکھے۔ واضح ہو کہ شاہزادی کلاڈیہ کی شادی خانہ آبادی ہونے والی ہے۔ کل صبح آپ جو جو قیمتی ہار ہوں لے کر ریجو آجائیں۔ خاصکر وہ نولکھا ہار ضرور ہمراہ لائیں۔ ریجو میں جوہریوں کا ایک شاندار بازار لگیگا اور شہزادی شادی کے لئے قیمتی زیورات خرید کریگی۔ امید ہے کہ آپ کا نولکھا ہار اسے پسند آئیگا۔ آپ مالامال ہوجائینگے۔ اور اس قدر دولت ہاتھ آئیگی کہ ساری عمر کے لئے فارغ البال خوشحال اور نہال ہوجائینگے۔ فقط (آپ کا خادم۔ عاموس)

بلق۔ (اپنے دل میں خوش ہوکر) واہ وا۔ خط کیا ہاتھ آیا کہ قارون کا خزانہ مل گیا۔ یہ قسمت کا سودا ہے۔ ہم سے خوش نصیبوں کو ہمیشہ ایسے ہی مال ملتے ہیں جو کروڑوں کا مال ایک گھڑی میں دے جاتے ہیں۔

(بلق کا خط کو پڑھکر دیں دری کے نیچے ہوشیاری سے رکھ دینا۔ اور تھوڑی دیر میں ذکریا اور خریدار کا باہر نکل آنا)۔

ذکریا (خریدار سے)۔ جناب یہ آپ ہی کا لحاظ ہے کہ میں نے قیمت کم لگائی ہے آپ اتنی دور سے چل کر آئے ہیں۔ اس کا بھی مجھے خیال ہے۔ کوئی اور ہوتا تو میں ایک کوڑی کم نہ لیتا۔ مجھے قدیم اور روزمرہ کے خریداروں کی خاطرداری منظور ہے۔ اور یہ میرا دستور ہے۔ امید ہے کہ آپ جو چیز درکار ہوگی۔ مجھی سے منگایا کرینگے۔

خریدار۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں یقین کیجیئے کہ ہمیشہ کا خریدار ہوں۔ اچھا۔ تو خدا حافظ
(خریدار کا جانا)۔

ذکریا۔ (بلق ڈاکو سے) معاف کریں۔ میں آپ کو چھوڑ کر اس خریدار کے ہمراہ اندر چلا گیا اور اس وجہ سے آپ کو اس قدر انتظار کرنا پڑا۔ لیکن اس کا وطن دُور تھا۔ اسے جلد جانا منظور تھا۔ اس لئے میں پہلے اُسے نپٹانے پر مجبور تھا اور معذور تھا۔ اب میں حاضر ہوں حکم کیجیئے۔ اور جو خدمت ہو مجھ سے لیجیئے۔ مجھے ایک نہایت ضروری کام کے لئے باہر جانا ہے۔ اس لئے جلد دکان بڑھانا ہے۔

بلق۔ تو آپ بڑے شوق سے دکان بند کر جائیے۔ مجھے کچھ اتنی جلدی نہیں۔ میں پھر آ کر لے لونگا۔

ذکریا۔ بہت بہتر۔ جیسے آپ چاہیں۔
(بلق کا چلے جانا اور ذکریا کا دکان بند کرنا)۔ (پردہ گرتا ہے)

دوسرا سین

(بافہ شہر میں صوبیدار کا بیٹھے نظر آنا)۔

صوبیدار۔ کوئی حاضر ہے؟

مرقس۔ حضور کا خادم حاضر ہے۔

صوبیدار۔ مرقس جاؤ اور جا کر شمعون سامری کو بلا لاؤ۔
(مرقس کا جانا اور شمعون سامری کا آنا)۔

شمعون۔ مقدر سرنگوں ہو کر رہے ہر دم تیرے در پر
تیرا اقبال روشن ہو جہاں میں صورتِ اختر

صوبیدار۔ شمعون کیا تو نمک حلال اور وفادارِ سرکار ہے؟

شمعون۔ ہاں جناب۔ نمک حلال اور وفادارِ سرکار ہوں۔

صوبیدار۔ کیا تُو جانتا ہے کہ نمک حلالی کا مطلب کیا ہے؟

شمعون۔ ہاں حضور خوب جانتا ہوں اور اپنے فرض کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔

صوبیدار۔ کیا جانتا ہے؟ ہمیں بھی بتا۔

شمعون۔ آپ کے آنسو پہ میرا خون گرنا چاہیئے
آبرو سے پہلے تن سے سر اُترنا چاہیئے
حکم پر فرمان پر جینا یا مرنا چاہیئے
عذر جانبازی میں کچھ ہرگز نہ کرنا چاہیئے

صوبیدار۔ شاباش۔ شمعون شاباش۔ ہم نے پہلے بھی تجھے کئی بار آزمایا ہے۔ اور ہر موقعہ پر پُورا پایا ہے۔ اب ہمارا یہ خیال ہے کہ ہر مشکل مہم پر تجھے ہی لگایا جائے اور تیرا فرض تجھے بتایا جائے۔ کیونکہ اگرچہ تُو سامری نسل کا ہے مگر بہت حوصلہ مند اور دلیر آدمی ہے۔ تُو ہم رومیوں کی طرح بہادر اور وفادار ہے اور ہر مشکل کام کرنے کے لئے تیار ہے۔

شمعون۔ حکم فرمائیے۔ اور اس جان نثار کی جان نثاری جلد آزمائیے۔ یہ شمعون نمک حلال ہے۔ دل اور جان سب آپ کا ہی مال ہے۔ اور یہ دل وفا کے لئے تیار ہے۔ بندہ حکم کی تعمیل کے لئے بیقرار ہے۔

سخت پتھر سے بھی دل بہرِ وفا رکھتا ہوں
چیر اور دیکھ کہ اس سینہ میں کیا رکھتا ہوں
کب وفاداری سے پابندِ وفا پھرتا ہے
کبھی کعبہ سے نہیں قبلہ نما پھرتا ہے

صوبیدار۔ شاباش، شمعون شاباش۔ تجھ سے ایسی ہی امید تھی جیسا کہ تو کرنے کو تیار ہو گیا ہے۔ گو تو سامری نسل کا ہے۔ مگر تجھ میں سامریوں کی بو تک نہیں پائی جاتی۔ تو وفاداری کا پُتلا ہے۔ فرض شناسی کا نمونہ ہے۔ دیکھ جو کام میں تیرے سپرد کرنے والا ہوں اسے تیرے سوائے اور کوئی انجام نہیں دے سکتا ہے۔ اور نہ کسی دوسرے سے اس کی امید ہو سکتی ہے۔ بس یہ سمجھ لے کہ آج جان پر کھیلنے کا کام ہے۔

کھول کر سینہ کھڑا ہو سامنے سنگین کے
دے وفا کو جان کا دان آج بچے دین کے

اے شمعون دلیر دشمن‌گیر۔ اتنا ضرور یاد رکھنا کہ زیادہ تکلیف کو دیکھ کر ہمت نہ ہارنا۔ بالکل ایسا ہی کر کے دکھا دو جیسا اب زبان سے کہہ رہے ہو۔

مصیبت میں بشر کے جوہرِ مردانہ کھلتے ہیں
مبارک بزدلوں کو گردشِ قسمت سے ڈر جانا

شمعون۔ میرے آقا ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس شمعون کی جان آپ کے قدموں پر نثار ہے۔ اور یہ غلام آپ کے لئے اپنا خون بہانے کو ہر وقت تیار ہے۔

مشکل میں بدل جاؤں میں وہ یار نہیں ہوں
میدان میں رُک جاؤں وہ تلوار نہیں ہوں

صوبیدار۔ اچھا تو اب غور سے سُن لو۔ ہم نے تجھے اس لئے بلایا ہے کہ یہ (دکھا کر) شاہی پروانہ آیا ہے۔ اس میں یہ اعلان ہے اور شہزادی کلاڈیہ کا فرمان ہے کہ وہ یافہ تک تو سمندری راستہ سے آئینگی۔ اور یہاں سے یریکو تک خشکی کے راستہ سے جائینگی۔ اس لئے آج تم یہاں سے جاؤ اور یریکو

کے حاکم کو یہ خبر پہنچاؤ۔

شمعون۔ میرے آقا۔ آپ نے تو ذرا سے کام سے غلام کو پریشان ہی کر دیا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ خدا جانے کتنا بڑا کام ہوگا جس کے لیئے میرے آقا پریشان نظر آتے ہیں اور مجھے حیران بناتے ہیں۔

صوبیدار۔ شمعون یہ کام بہت دشوار ہے اور یہ رستہ بہت خاردار ہے۔ مگر تیری دلیری اسے آسان بنا دیگی۔ اور تجھے پریشان نہ ہونے دیگی۔ اور تیری ہمت تیری وفاداری کا دم بھرتی ہے۔ اور اس بڑی مہم کو آسان سی شکل میں پیش کرتی ہے۔ تیرا خدا پر پختہ ایمان ہے اس لیئے تیرے لیئے تمام کام آسان ہے۔ اسی لیئے جب تو کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کر گزرتا ہے۔

اُٹھ باندھ کمر تو کیوں ڈرتا ہے	پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے
وہ بگڑے کام سنورتا ہے	جب بندہ کوشش کرتا ہے

شمعون۔ میرے آقا۔ آپ مطلق اندیشہ نہ کریں۔ یہ غلام ابھی جائیگا اور ریکو کے حاکم شہر کو یہ فرمان پہنچائیگا۔

صوبیدار۔ یہ کام اگرچہ بہت دشوار ہے۔ مگر مجھے ہر طرح سے تجھ پر اعتبار ہے۔ کیونکہ ؎ ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا

بس یہ پروانہ لے اور ابھی اپنا سفر شروع کر دے۔ فوراً جا کر یہ خبر پہنچا اور جلد واپس آ۔ اور تیرا یہاں رہنا بھی ضرور ہے — کیونکہ تجھ میں بہت عقل و شعور ہے۔ تو ہی شاہی جلوس کے ساتھ جائیگا اور شہزادی کو ریکو شہر تک پہنچائیگا۔ مگر اتنا یاد رکھنا

مشکل کو بڑا دیکھ کے بیدل کبھی نہ ہو رکھتا ہے تو خدا بھی کہ مشکل کشا ہے جو

شمعون۔ بہت بہتر جناب۔ ابھی جاتا ہوں اور یہ کام کر کے آیا چاہتا ہوں۔

خدا چاہے تو بندہ کام کر کے سب دکھاتا ہے
کرے ہمت جو بندہ تو خدا بگڑی بناتا ہے

اچھا جناب۔ خدا حافظ۔

(پردہ گرتا ہے)

تیسرا سین

ڈاکوؤں کی محفل

(ڈاکو ایک جگہ میں تلواریں۔ لاٹھیاں اور دیگر ہتھیار لئے بیٹھے ہیں)

پہلا ڈاکو۔ ارے میاں۔ آج اُستاد صاحب نہیں ہیں تو نہ کوئی رونق ہے نہ شان۔ نہ جان نہ جہان۔ محفل معلوم ہوتی ہے سنسان اور وادی نظر آتی ہے جیسے اُجاڑ بیابان۔

دوسرا ڈاکو۔ ابھی آتے ہونگے۔ تشریف لاتے ہونگے۔

تیسرا ڈاکو۔ مجھے پرسوں ملے تھے۔ گھوڑی پر سوار تھے۔ یافہ کو جاتے تھے۔ آج آنے کا وعدہ کر گئے تھے۔

چوتھا ڈاکو۔ تو بس پھر آتے ہی ہونگے۔ ان کے آنے تک ذرا شغل کریں جی بہلائیں۔ اب میں جام لاتا ہوں۔ ساقی کی خدمت بجا لاتا ہوں۔

پہلا ڈاکو (نشہ میں جھومتے ہوئے دوسرے ڈاکو کی طرف دیکھ کر اور سنجیدہ اور فکرمند صورت بنا کر) بھئی یہ تو بتاؤ۔ یہ رومی پولیس آج تمہاری تلاش میں کیوں پھر رہی ہے؟ میں نے باتوں باتوں میں پتہ لگایا ہے کہ تمہاری گرفتاری کا وارنٹ

نکل آیا ہے۔ اور گرفتار کرانے والے کے لئے بھاری رقم کے انعام کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

دوسرا ڈاکو۔ میاں۔ بات تو سچی یہ ہے کہ جب ہم ہر وقت دوسروں کا مال چھیننے۔ ان کی زندگی کو تلخ کرنے۔ ان کے بال بچوں کو قتل کرنے کے درپے رہتے ہیں تو اُن کا بھی یہ حق ہے کہ ہماری آزادی کا خاتمہ اور ہماری جان کا صفایا کریں۔ جب ہم دوسروں کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتے تو وہ بھی یہی چاہینگے کہ ہمیں امن و آرام سے نہ رہنے دیں۔ ہم جان ہتھیلی پہ لئے پھرتے ہیں۔ نہ مارنے کا خوف ہے نہ مرنے سے ڈرتے ہیں۔ ہم نے ہزاروں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ سینکڑوں کو بیوہ اور سینکڑوں کو بے اولاد کر دیا۔ آخر ہم بھی کب تک کھلے پھرتے رہینگے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ "سو دِن چور کا اور ایک دن سادھ کا" بکرے کی ماں کب تک خیر منائیگی۔ ایک نہ ایک دن ہماری بھی باری آجائیگی۔ جو جو کرتے رہے ہیں اس کا بدلہ پائینگے۔ لوگ ہمیں پھانسی دلا کر چین کا سانس لینگے۔ لیکن

اب تو آرام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

جو ہو سو ہو۔ اچھا اب سنو کہ رومی پولیس میرا پیچھا کیوں کر رہی ہے۔ ہمارے علاقہ میں ایشائیل یہودی ایک مشہور زردار ہیں جو علاقہ میں سب سے بڑے مالدار ہیں۔ ۴۰۔۵۰ کوس تک چاروں طرف لوگ ان کے قرضدار ہیں۔ لاکھوں روپیہ مہینہ سُود کی آمدنی ہے۔ گاؤں کے گاؤں خرید لئے ہیں۔ ہزاروں حویلیاں کھڑی ہیں۔ بے انداز کوٹھیاں کرائے پر چڑھی ہیں۔ اُن کے ہاں قارون کا خزانہ ہے۔ مقروض ان کا سارا زمانہ ہے۔ میں بھی وقت پڑے پر

جتنا ضرورت ہو اُن سے روپیہ لے آتا تھا۔ اور پھر کوڑی کوڑی چکا دیتا تھا۔ پچھلے مہینے میری بیٹی کی شادی تھی۔ خانہ آبادی تھی۔ مَیں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ ریشنائیل کے ہاں گیا۔ اور اس سے اُدھار مانگا۔ خدا جانے اس کے دل میں کیا آئی کہ انکار کر دیا۔ میں نے دو آنہ مہینہ سُود دینے کا وعدہ کیا تو بھی وہ نہ مانا۔ اور میری منّتوں کو حقیر جانا۔ ہاتھ جوڑے منّتیں کیں۔ خدا کا واسطہ دیا۔ خوشامد کی۔ ہزار جتن کئے مگر اُس پر کچھ اثر نہ ہؤا۔ مَیں ہار کر گھر واپس آیا۔ اور عہد کیا کہ جب تک اِس نامراد کا دم نہ پی لوں چین نہ لونگا۔ جب تک اِس کا دُنیا سے صفایا نہ ہو جائے پانی نہ پیونگا۔ خدا کا کرنا کیا ہؤا۔ اسی رات وہ علاقہ کے گورنر کی سلامی کو چلا۔ رات کا وقت تھا۔ اس پر جو شامت آئی تو گھوڑے پر چڑھ اکیلا سدھارا۔ ایک جنگل میں سے گذر رہا تھا کہ میں سامنے آکے کھڑا ہؤا اور زور سے للکارا کہ ٹھہر جاؤ اور بتایا کہ مَیں فلاں ڈاکو ہوں۔ زمانہ میرا نام جانتا ہے۔ اور علاقہ کا چھوٹا بڑا ہر ایک شخص مجھے پہچانتا ہے۔ اگر خیر چاہو تو زیور اور نقدی جو قیمتی مال ہو سب نکال کر حوالہ کر دو۔ اُس نے جو خنجرِ آبدار کی چمک دیکھی۔ تو اُس کا بدن کانپا۔ گلے سے ہار اُتار میرے سپرد کر دیا۔ وہ رونے لگا مگر مَیں نے کہا

صحرا یہ وہ ہے آکے مسافر جہاں لُٹے اِس منزلِ مہیب میں پیر و جواں لُٹے
کس کس طرح کے قافلے اکثر یہاں لُٹے پھر دیکھئے تو کچھ نہیں کھُلتا۔ کہاں لُٹے

اتنی بھی تو خبر نہ ملی۔ حال کیا ہوئے
ہیں صاحبانِ مال کہاں۔ مال کیا ہوئے

نقدی قبضہ میں کر کے مَیں نے اس کے کپڑے اُتروائے اور گھوڑی سے نیچے اُتار تلوار کے ایک ہی وار سے سر تن سے جدا کر دیا۔

آئی چمک کے سر پہ تو ابرو کو دو کیا ابرو کو کاٹ کر جو بڑھی رُو کو دو کیا
ترچھی چلی اِدھر سے تو پہلو کو دو کیا گردن اُڑا کے سینۂ بدخُو کو دو کیا
واں سے بڑھی جو تیغ تو در آئی زین میں
زیں سے گئی فرس میں فرس سے زمین میں

اس کی لاش کو خاک و خون میں تڑپتا چھوڑ۔ اس کے کپڑے پہن۔ اسی کے گھوڑے پر سوار ہو بھاگ گیا۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ پولیس سواروں کا ایک دستہ نیزے تانے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑائے آپہنچا۔ مجھے دیکھ کر کوئی یہودی ساہوکار سمجھا اور پوچھا۔ کیا تم نے اِدھر سے کوئی ڈاکو بھاگتے ہوئے دیکھا ہے؟ میں نے کہا۔ ابراہیم۔ اسحاق اور یعقوب کے خدا کی قسم مجھے کوئی شخص نظر نہیں پڑا۔ کماندار یہ سُن کر آگے بڑھا اور میں نے چین کا سانس لیا۔ اور جنگل میں گھُس۔ ریشائیل کے کپڑے اُتار۔ گھوڑے کو وہیں چھوڑ کر پیدل بھاگا اور یہاں آپہنچا۔ اب رومی سپاہی میری تلاش میں ہیں۔

(آنا اُستاد کا)

اُستاد۔ کہو نیک بخت شاگردو۔ کیا ہو رہا ہے؟

سب۔ آداب۔ آداب۔

اُستاد۔ کہو وفادار شاگردو۔ آج صرف بیکار بیٹھے شور ہی مچا رہے ہو یا کچھ لائے بھی ہو؟

پہلا۔ حضور مجھے تو آج کچھ نہیں ملا۔ تمام رات بھرتے پھرتے بیت گئی اور تلاش کرتے کرتے گذر گئی۔ مگر کہیں کامیابی نہ ہوئی۔

دوسرا۔ جناب میں نے رات کے وقت ایک مسافر کو پکڑ لیا۔ مگر اس کی ایسی

تیسی۔ اُس کے پاس ایک کھوٹا پیسہ بھی نہ نکلا۔ آخر مجبور ہو کر اُسے چھوڑنا پڑا۔

تیسرا۔ جناب مَیں نے ایک آدمی کے کہنے پر ایک کو جوتے لگائے اور اس کے عوض پچاس روپے انعام میں پائے۔

چوتھا۔ مَیں نے ایک جگہ نقب لگائی اور اندر گھس کر بہت سا مال جمع کر لیا۔ لیکن جب باہر نکلنے لگا، تو لوگوں نے آ کر گھیر لیا۔ آخر سب کچھ وہیں چھوڑ دوسرے راستہ سے نکلا اور جان لیکر بھاگ گیا۔

پہلا۔ لیکن کیا آپ کچھ لائے ہیں؟

اُستاد۔ میرے نیک شاگردو۔ چوری کرنا تو درکنار۔ میرا ارادہ تو آج سے یہ کام چھوڑ دینے کا ہے۔

پہلا۔ کیوں جناب؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

اُستاد۔ تم مجھے اپنا اُستاد کہتے ہو۔ مگر آج سے مَیں اِس سرداری سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اور اس دلیری اور بہادری کے لئے جو تم نے میرے ساتھ رکھی ہے۔ اور جو عزت اور بزرگی تم نے مجھے دی ہے۔ تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تم سب آج سے آزاد ہو۔ جو جی میں آئے کرو اور شاد رہو۔ اب میرا تم پر کوئی اختیار نہ ہوگا۔

پہلا۔ یہ حضور نے کیا ارشاد فرمایا ہے جس کے سنتے ہی کلیجہ مُنہ کو آیا ہے؟ ہم ہر وقت خطاکار ہیں۔ آپ ہمارے اُستاد اور سردار ہیں۔ غلاموں سے کیا خطا ہوئی؟ کونسا ایسا قصور ہوًا؟ جس سے دل آپ کا رنجور ہوًا۔ جلد ارشاد فرمائیے۔ ہم اس کی اصلاح کرینگے اور آپ کے احکام سے اِدھر اُدھر نہیں پھرینگے

دِن پھرے ہستی پھرے قسمت پھرے یاد پھرے

پر نہ قبلہ آپ کے قدموں سے اپنا سر پھرے

استاد۔ اول تو میں نے یہ غلطی کی کہ یہ پیشہ اختیار کیا۔ پھر دوسری نادانی یہ ہوئی کہ تم کو اپنا شاگرد بنا لیا۔ اب میں ضرور اس پیشہ کو چھوڑ دونگا۔ اور تمہاری رفاقت سے منہ موڑ لونگا۔

دوسرا۔ مگر پہلے ہمارا کچھ گناہ بتایا جائے۔ قصور ظاہر کیا جائے ؎

آخر کوئی قصور مرا کچھ خطا مری　　تم مجھ سے اسقدر جو خفا ہو تو کس لئے

پھر اگر ہم اس کی درستی نہ کریں تو آپ ہمیں غلامی سے نکال۔ شاگردی سے جدا اور خدمت سے علیحدہ کر دیں۔ بلکہ ہم خود ہی شرمندہ ہو جائینگے۔ اور کچھ حرفِ شکایت زبان پہ نہ لائینگے۔

آپ کی خدمت میں حاضر اپنا دل اور جان ہے
مال و دولت شان و شوکت آپ پر قربان ہے

استاد۔ میں سمجھتا تھا کہ تمہاری مدد سے اس علاقہ میں وہ لوٹ کھسوٹ مچاؤنگا کہ دنوں میں امیر و کبیر بن جاؤنگا۔ دن رات عیش و عشرت میں گذارونگا اور تمہیں بھی مالا مال کر دونگا۔ مگر آج چوتھا سال ہے۔ اور میں ویسا ہی مفلس اور کنگال ہوں۔ میری امیدیں پوری ہوتی نظر نہیں آتی ہیں۔ اُلٹا مصیبتیں بڑھتی جاتی ہیں۔ اس لئے میں اس منحوس پیشے کو ترک کرنے اور تم سب کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ ایک دو ماہ میں جا کر کہیں دو چار ہزار روپیہ کا مل جانا کونسی بڑی بات ہے جس پر تم کو اتنا ناز ہے۔ اتنی آمدنی تو میں رُومی سرکار کی نوکری کر کے بھی کما سکتا ہوں۔ اور لوگوں پر بھی کافی دبدبہ جما سکتا ہوں۔ پھر لطف یہ کہ روپیہ بھی اتنا ہی کماؤنگا۔ عوام میں عزت بھی پاؤنگا اور دربار میں معزز بھی کہلاؤنگا۔ اس لئے اب میں چوری اور ڈاکہ زنی سے توبہ

کرونگا۔ میں سرکار کی چاکری کا دم بھرونگا اور کسی بڑے شہر کا حاکم بنونگا اور جیب اور گھر مال اور زر سے بھر دونگا۔ اِس پیشہ میں رہکر جو کچھ میں نے دیکھنا تھا دیکھ لیا۔

باطنی تحقیق سے ظاہر نمائی دیکھ لی
دل کی آنکھوں سے تمہاری پارسائی دیکھ لی
کر لیے ہو جس قدر وہ بھی کمائی دیکھ لی
دیکھ لی بس دیکھ لی ساری صفائی دیکھ لی

تیسرا۔ میرے آقا آپ نے سچ فرمایا ہے۔ اب تک تو حال ایسا ہی چلا آیا ہے مگر اب ہم قسم کھاتے ہیں اور آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم دن رات اسی دُھن میں رہینگے۔ دل وجان سے جان جوکھوں کے معرکے لڑینگے اور آپ کا خزانہ ہیرے اور جواہرات سے چند دنوں کے اندر بھر دینگے اور آپ سے سندِ خوشنودی حاصل کرینگے۔ کیونکہ

حال کُھل جاتا ہے ہر معقول و نا معقول کا
پھول کی بُو سے پتہ چلتا ہے اچھے پھول کا

اُستاد۔ ارے ایسی باتیں جانے دو۔ جب چار برس تک کچھ نہیں بنا تو اب کیا امید ہو سکتی ہے؟

بلق۔ میرے آقا مجھے اجازت دیجیئے کہ کچھ عرض کروں اور پورا اپنا فرض کروں

اُستاد۔ ہاں ہاں بلق۔ تو بھی بول اور دل کی کھول۔ اور اگر تو لایا ہے کچھ خوشی کی خبر تو جلد بیان کر۔ اور ہم پر احسان کر۔

بلق۔ جناب خوشی کی خبر کیا ہے۔ میرے پاس وہ چابی ہے کہ جب ہم اُسے قفل میں لگائینگے تو یقیناً قسمت کے دروازے کُھل جائینگے۔ سوئی ہوئی قسمت

جاگ اُٹھیگی اور ہمارے دامن کو گوہر مراد سے بھر دیگی۔

اُستاد۔ بلق تو کہو۔ پھر کس کا انتظار ہے؟ اور کیا دیر دار ہے؟

بلق۔ جناب میں ذکریا سوداگر کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اپنے ساتھ ایک رقعہ لایا۔ اور ذکریا کو دے کر ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ ذکریا اسے بڑے غور سے پڑھنے تھے اور دل ہی دل میں باغ باغ ہوتے تھے۔ میں بھی اس چھٹی کو اپنی اور آپ کی قسمت کا لکھا سمجھکر اس کے پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

پھلا۔ تو کہیئے۔ پھر کچھ کامیابی ہوئی؟

نہ دفتر کھول تو اے نامہ بر اتنا بتا مجھ کو۔
گیا تھا جس غرض سے تو وہاں وہ بات بھی ٹھہری؟

بلق۔ کیا کہا؟ کامیابی؟ کیا میری کوشش کوئی ایسی تھوڑی تھی جو رائگاں جاتی؟ ؎

اگر صورت مری دیکھے تو اُس کا دل دل جائے
نہیں ہرگز یہ ممکن میرا کوئی وار ٹل جائے
بھلا وہ ذکریا کیا ہے میری تلوار کے آگے
جو نکلوں رن میں اسفندیار کا بھی دم نکل جائے

اُستاد۔ اچھا تو یہ بتاؤ کس طرح تم نے اُس خط کا مضمون پڑھا اور مطلب پہچانا؟

بلق۔ حضور ذکریا نے خط کو پڑھکر میز پر رکھ دیا۔ اور وہ ایک آدمی کو ہمراہ لیکر اندر چلا گیا۔ میں نے نظر بچا کر اُٹھا لیا۔ اور پڑھکر ویسے ہی لپیٹا اور وہیں رکھ دیا۔ اُس میں لکھا تھا کہ تم نو لکھا ہار اور دیگر قیمتی اشیاء لے کر کل صبح یرکو شہر کو روانہ ہو جاؤ۔ دیر ہرگز نہ لگاؤ۔ ورنہ نقصان اُٹھاؤگے اور زندگی بھر پچھتاؤگے۔

اُستاد۔ تو اس سے ہم کو کیا حاصل ہوگا؟

بلق - جناب ذکریا کل تڑکے یریحو کو روانہ ہو جائینگے۔ اگر ہم دانشمندی سے کام لیں۔ اور اس بیش قیمت موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں تو مجھے یقین ہے کہ ہم اتنا کمائینگے کہ برسوں بیٹھے کھائینگے۔ مزے اُڑائینگے۔ یاروں کو بلائینگے۔ جشن رچائینگے سب باغ باغ ہو جائینگے (پھر زور سے قہقہہ لگاتا ہے)۔ آ۔ خا۔ آ خا۔ آ۔ خا۔

اُستاد۔ کیا تم کو پورا یقین ہے کہ ذکریا کل وہاں ضرور جائینگے؟

بلق۔ جناب وہ ضرور جائینگے اور یقیناً جائینگے۔ اعتبار کیجئے۔ اگر یقین نہ ہو تو لکھا لیجئے۔

اُستاد۔ وہ کس طرح؟

بلق۔ جناب اوّل تو ذکریا نے ملازم کو یہ کہکر رخصت کیا کہ عاموس سے کہدینا کہ مَیں آپ کے فرمان کے مطابق کل صبح ضرور یہاں سے روانہ ہو جاؤنگا اور ساری قیمتی اور نایاب چیزیں اپنے ہمراہ لاؤنگا۔ اور پھر ہم سے کہا۔ صاحبان جو کچھ لینا ہو۔ جلدی لے لیجئے کیونکہ مجھے ایک نہایت ضروری کام کے لیئے دکان بڑھانا ہے۔ اور جلد کہیں جانا ہے۔ وقت سے پہلے دکان بڑھانا سفر کی تیاری کی دلیل ہے۔

اُستاد۔ تو اچھا میں اپنا ارادہ فی الحال ملتوی کرتا ہوں۔ اور یہ حکم دیتا ہوں کہ بہادر نوجوانوں کا ایک جتھا بناؤ اور بلق کی سرکردگی میں روانہ ہو جاؤ۔ اور جا کر یریحو کی سڑک پر ڈیرا جماؤ۔ خوب ہوشیار رہو۔ اور ذکریا سوداگر کا انتظار کرو۔ خبردار۔ یہ موٹی مرغی تمہارے پنجے سے جانے نہ پائے۔ اور کسی کو ارمان رہ نہ جائے

بنانے اور مٹانے کا یہ کاغذ اک فرشتہ ہے
تمہارے ہاتھ میں تاجر کی قسمت کا نوشتہ ہے (پردہ گرتا ہے)

چوتھا سین

ذکریا کا مکان اور سفر کی تیاری

ذکریا۔ آج سفر کی تیاری ہے۔ روانگی کا دن ہے۔ میں تیار ہو گیا ہوں۔ اور یریحو شہر کو جا رہا ہوں۔ بہتر ہے کہ جانے سے پہلے تم مجھے خدا حافظ کہو۔ اور خدا سے دعا کرو کہ ہمارے باپ ابراہیم۔ اضحاق اور یعقوب کا خدا سفر میں ساتھی رہے۔ اور میرے ارادوں میں کامیابی بخشے۔

مارتھا۔ (خاموش رہتی ہے)۔

ذکریا۔ پیاری کیوں؟ آج اس خاموشی کا کیا مطلب؟ کیا مجھ سے کوئی ایسی حرکت عمل میں آئی جس نے تمہارے نازک دل کو تکلیف پہنچائی۔

مارتھا۔ عزیز شوہر۔ میری خاموشی کا کچھ نہ پوچھو۔ اس کا سبب دریافت نہ کرو یہ ایک راز ہے جسے زبان پر لا نہیں سکتی اور بتا نہیں سکتی۔ رنج والم کی تپش نے دل اور جگر جلایا۔ اور میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھایا ہے۔

خدا جانے دکھائے رنگ کیا بختِ سیاہ مجھ کو
نہیں آتی صبح ہی سے تسلی جو ذرا مجھ کو
یہ میری آنکھ بائیں جب سے جاگی ہوں پھڑکتی ہے
دکھائیگی عبث کوئی نہ کوئی یہ بلا مجھ کو

ذکریا۔ پیاری یہ تم نے کیا کہا کہ میرا دل دہل گیا؟ اگر یہی بات ہے تو اپنا سفر ہرگز شروع نہ کرونگا۔ یہ ممکن نہیں کہ میں تجھ کو رنج والم میں چھوڑ جاؤں اور تیری مدد اور تسلی کے لیئے ہاتھ نہ بڑھاؤں۔ خدا کے لیئے جلد

بول اور اپنے دل کا راز مجھ پہ کھول۔

مارتھا۔عزیز شوہر۔آج شب کو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے جس کا خیال آتے ہی میرا دل دھڑکتا ہے۔ دل نہیں چاہتا کہ آپ سے جُدا ہوں۔ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلیئے۔ اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ آپ مجھے یہیں چھوڑ جائیں

چھوڑ کر چرخِ بریں کو ہو مہِ کامل جُدا
موتیوں سے آب اور دریا سے ہو ساحل جُدا

ذکریا۔پیاری۔ذرا وہ خواب تو بیان کرو۔مجھے زیادہ نہ مضطرب اور پریشان کرو۔

رُکا جاتا ہے دم سینے میں۔منہ سے جلد بولو تم
پریشانی سے بچ جاؤں جو دل کا راز کھولو تم

مارتھا۔عزیز شوہر۔آپ کے سفر کے متعلق ہی میرا خواب ہے۔اِسی باعث مجھے زیادہ حیرانی اور اضطراب ہے۔

ذکریا۔اچھا پیاری۔بیان تو کرو۔کیوں اتنا پریشان کر رہی ہو۔

کس بلا کا درد ہے دل میں کہ مَیں بیتاب ہوں
کثرتِ غم سے بہاتا اشکِ خونِ ناب ہوں
مَیں کتابِ حال میں فکر و الم کا باب ہوں
کارگاہِ دہر میں غم کا بنا اسباب ہوں
مجھ سے رخصت ہو گئی ہے حالتِ صبر و شکیب
بے قراری سے ہے بدلی صورتِ صبر و شکیب

مارتھا۔بہت بہتر۔میں آپ کے حکم کے مطابق سناتی ہوں اور سارا حال بتاتی ہوں۔مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ بہت سا روپیہ لے کر گھر سے چلے ہیں اور منزلِ مقصود پر پہنچنے سے پہلے ہی چند دوستوں سے ملے ہیں۔بہت

بڑی ضیافت اور عیش کے سامان مہیا کئے ہیں۔ گویا شادی کے رنگ جمے ہیں۔
دوستوں کے اصرار پر اپنا سارا روپیہ راہ ہی میں خرچ کر دیا ہے۔ مگر پھر بھی وہ
بیزار ہیں۔ آخر کار غصہ و غضب سے بھر کر آپ پر حملہ کرنے لگے ہیں۔ آپ کے
جسم پر چند زخم کاری لگے ہیں۔ چیل اور گدھ آپ کے اُوپر منڈلا رہے ہیں اور
آپ کو مُردہ سمجھ کر خوشیاں منا رہے ہیں۔ بس ابھی اتنا ہی دیکھا تھا کہ میری
آنکھ کُھل گئی۔ اور اُس خواب کو یاد کر کے مضطرب اور پریشان ہو گئی۔ جب
سے اُٹھی ہوں میری بائیں آنکھ بہت پھڑکتی ہے۔ خدا خیر کرے۔ انجام اچھا نظر
نہیں آتا۔ دل دہلتا ہے۔ جی ڈرتا ہے۔ حوصلہ پست ہوتا ہے۔ میری رائے
یہ ہے کہ آج آپ سفر نہ کریں۔ بلکہ کسی اور مناسب وقت کا انتظار کریں۔

چھا گئی بن کر گھٹا ہر سُو بلائے یاس و غم
اب مٹا کر ہی رہینگے مجھ کو ملے یاس و غم

ذکریا۔ مارتھا۔ یہ ایک خواب ہے جیسے نقش بر آب ہے۔ اِس کی ظاہری باتوں
پر نہ جاؤ۔ اور اِس کا خیال کر کے بے فائدہ نہ گھبراؤ۔

کیا بھروسہ خواب کا اِس کو بُھلانا چاہیئے
وہم میں پھنس کر نہ ناحق غم بڑھانا چاہیئے
دل کو اپنے عیش و عشرت میں لگانا چاہیئے
نقشہ رنج و الم یکسر مٹانا چاہیئے
خواب گویا ہے سراب بے حقیقت سر بسر
ہم بھلا کیوں غم کریں سیلاب اس کو جانکر

مارتھا۔ عزیز شوہر۔ یہ تو سچ ہے کہ خواب صرف خواب ہے۔ پھر بھی خدا جانے
کیوں میرے دل کو سخت اضطراب ہے۔ دل بیچین اور بیقرار ہے۔ گویا کسی بہت

بڑی مصیبت کا انتظار ہے۔ میری بائیں آنکھ کیوں پھڑکتی ہے۔

یہ دل کیوں بیٹھا جاتا ہے یہ چشمے کیوں اُبلتے ہیں۔
میری آنکھوں سے آپ ہی آپ کیوں آنسو نکلتے ہیں
خدا رکھے سلامت جاؤ میں کیا روک سکتی ہوں
نشانِ راہ بنکر میں تمہاری راہ تکتی ہوں

ذکریا۔ مارتھا۔ میں تیرا کہنا ہرگز نہ ٹالتا۔ اور جو کہتی۔ بجا لاتا۔ مگر کیا کروں۔ مجبور ہوں میں غاموس کو خبر دے چکا ہوں۔ سارا انتظام تیار ہو چکا ہے۔ پورا سب کاروبار ہو چکا ہے۔ میرا وعدہ پر نہ پہنچنا سارا کام خراب کر دیگا۔ اور بند ہماری کامیابی کا ہر ایک باب کر دیگا۔

مارتھا۔ وہ کونسا کام ہے جسے آپ نے دینا انجام ہے جس کے نہ ہونے سے آپ کو پریشانی ہوگی سخت حیرانی ہوگی۔

ذکریا۔ شہزادی کلاڈیہ کی شادی ہونے والی ہے۔ خانہ آبادی ہونے والی ہے اُسے ایک ہار کی ضرورت ہے۔ جو دیکھنے میں خوبصورت ہو۔ چمک میں بے نظر اور دام میں بیش قیمت ہو۔ اس نے ایک تاریخ ٹھہرائی ہے۔ اور تمام مشرقی سوداگروں کو یہ خبر پہنچائی ہے کہ اپنے قیمتی ہار۔ ہیرے اور لعل و جواہر لے کر بریو شہر میں آئیں اور وہاں ایک مینا بازار لگائیں۔ اور زیورات قرینے سے سجائیں۔ بریو کے میدان کو ایک بڑی نمائش گاہ بنائیں۔ وہ ہار خریدنے آئینگی اور جس ہار کو پسند فرمائینگی اپنے ساتھ شہر روم میں لے جائینگی۔ قیمت اتنی دے جائینگی کہ فروخت کرنے والا مالا مال ہو جائیگا۔ ساری عمر بیٹھا کھائیگا۔ خوب مزے اُڑائیگا۔

مارتھا۔ تو ہار کیا بکیگا؟ قسمت کا سودا ہوگا؟ جس کا ہار بکیگا اُس کے وارے نیارے ہو جائینگے۔ آپ یہ رونق اور تماشا دیکھنے جائینگے اور خوب سیر کر کے آئینگے۔

ذکریا - نہیں پیاری میں تماشائی نہیں - مگر قسمت آزمائی کرنے جاتا ہوں - اور میرے پاس ایک ہار ہے جس پر ہر طرح سے مجھے اعتبار ہے - پیاری تم ہرگز نہ گھبراؤ - بلکہ دُعا کرتی جاؤ - یہ تکلیف کے دن بہت جلد گذر جائینگے - مَیں اتنی دولت لاؤنگا کہ آرام سے بیٹھے ساری عمر کھا ئینگے -

ہیں جو قسمت میں تو مطلب سبھی بر آئینگے   زندگی ہوگی تو یہ دن بھی گذر جائینگے

مارتھا - عزیز شوہر - اتنا تو بتاؤ - وہ ہار کیسا ہے اور دکھاؤ کہ کس قیمت کا ہے اور آپ کو کہاں سے ملا؟

ذکریا - وہ ہار شہزادی ڈلیسہ نے اپنے منگیتر شہزادہ مارکس کے لئے بڑی کوشش اور زرِ کثیر خرچ کر کے بنوایا تھا اور اسے بہت پسند آیا تھا - مگر شہزادہ بیوفا نکلا - عین شادی کے وقت اس کی عیّاری اور مکّاری کا دفتر کُھلا - شادی کا جشن محشر کا نمونہ بن گیا - شہزادی ڈلیسہ مارکس کے چلن کا حال سُنکر گھبرائی اور شادی کرنے سے باز آ گئی - شہزادہ کو وہ ہار نہ دیا - بلکہ بہت انعام دے کر عزرا یہودی کو واپس کر دیا جو اسے لایا تھا اور جس نے بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے اُسے بنایا تھا - اب وہی ہار بڑی کوشش کے بعد مجھے ملا ہے جو میری دوڑ دُھوپ اور محنت کا واجبی صلہ ہے - آج خدا نے چاہا تو میں اس ہار کو شہزادی کے سامنے دھرونگا اور یقیناً فروخت کرونگا - اور اس سے اتنا انعام و اکرام پاؤنگا کہ تمام جوہریوں کا بادشاہ بن جاؤنگا -

مارتھا - اگر یہی حال ہے تو آپ کا ٹھہرنا محال ہے - آپ ضرور جائینگے اور میری بات ہرگز نہ مانینگے - مجھے جو کچھ کہنا تھا عرض کر چکی اور پورا اپنا فرض کر چکی - آگے آپ کو اختیار ہے - یہ بیچاری تو صرف آپ کی خادمہ اور تابعدار ہے جیسا آپ کہینگے ویسا کرونگی - آپ کے حکم سے دائیں بائیں نہ پھرونگی -

تم نے جانا ہی اگر ہے تو چلے جاؤ گے
مَیں اگر روکوں بھی تو باز نہ تم آؤ گے
وہ تو اک بات تھی دل کی جو کہ آئی لب پر
دل کی بےچینی بھلا تم کو دکھاؤں کیونکر
پھینک ہی دونگی اُسے چیر کے پہلو اپنا
تجھ پہ قبضہ نہیں دل پر تو ہے قابو اپنا

ذکریا۔ دل تو بہت چاہتا ہے کہ تمہاری بات مان لوں اور سفر پر نہ جاؤں۔ مگر عقل مجبور کرتی ہے کہ جلد بریکو میں پہنچوں۔ سب انتظام ہو چکا ہے اگر رہ گیا تو بہت نقصان ہوگا۔ اور اُدھر عاموس الگ پریشان ہوگا۔ اوہو۔ دیر بہت ہو گئی۔ اچھا لو۔ خدا حافظ۔

(ذکریا چلا جاتا ہے اور اس کی بیوی دیکھتی رہ جاتی ہے)۔ (پردہ گرتا ہے)

پانچواں سین

جنگل کا نظارہ

(بلق ڈاکو کا ساتھیوں سمیت آنا۔ بلق سوداگر کے لباس میں ہو اور باقی سب ڈاکوؤں کے لباس میں ہوں۔ اور سب کے ہاتھوں میں لاٹھیاں ہوں)۔

بلق۔ (ساتھیوں سے) تم یہاں سے تھوڑی دُور آگے چلے جاؤ۔ اور اپنے آپ کو کہیں چھپاؤ۔ مَیں یہاں ٹھہر جاتا ہوں اور ذکریا کا انتظار کرتا ہوں۔ میں اُسے سوداگر کے بھیس میں ملونگا اور اس سے دوستی ظاہر کرونگا اور مکرو فریب کے جال میں پھنساؤنگا۔ اور باتیں کرتے کرتے تمہارے

قریب نے آؤنگا۔ بس جس شخص کو میرے ہمراہ دیکھو وہی ہمارا شکار ہوگا۔ اور دل کے پیچھے جانا بیکار ہوگا۔ پس جاؤ اور موقعہ کا انتظار کرو۔ اپنا کام سرانجام دینے کے لئے ہوشیار رہو اور بالکل تیار رہو۔

پہلا ڈاکو۔ آپ اطمینان رکھئے۔ ہم اُس پر اِس خوبی اور ہوشیاری سے ہاتھ ڈالینگے کہ اُسے کوئی بھی ہمارے پنجہ سے نہ چھڑا سکیگا۔

بلق۔ شاباش میرے بہادر دوستو۔ اگر تم نے اسی طرح سے کام لیا جس طرح زبان سے کہہ رہے ہو تو وہ وقت عجیب ہوگا اور وہ دن عجیب و غریب ہوگا کہ ہم سا کوئی مالدار اس دُنیا میں ڈھونڈے نہ ملیگا۔

دوسرا۔ ہاں ضرور ہوگا اور ایسا ہی ہوگا۔

اُولوالعزمانِ دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر چیرتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

(ڈاکوؤں کا جاکر چُھپ جانا)

بلق۔ (دل ہی دل میں بیقرار ہوکر آہستہ آہستہ)۔ ابھی نہیں آیا۔ وہ یار ابھی نہیں آیا۔ وہ کھٹکنے والا خار ابھی نہیں آیا۔

آہو وہ صید ہونے کو آیا نہیں ابھی اے موت جلد کھینچ لا اس کو کہیں ابھی

آ۔ آ۔ اے ذکریا جلد آ۔ میں اِس وقت سوداگر کی صورت میں ہوں۔ مگر بلا کی خاصیت رکھتا ہوں۔ چرب زبان معلوم ہوتا ہوں مگر دل پتھر کی مانند سخت رکھتا ہوں۔ ظاہر میں انسان ہوں۔ مگر باطن میں حیوان ہوں۔ میری ایک ایک حرکت قیامت خیز ہے۔ اور میری ہر ایک ضرب درد انگیز ہے۔ آج تیری ہستی کو دُنیا سے نیست و نابود کرونگا اور تیرے مال سے اپنے اُستاد کو خوش کرونگا۔ میں وہ ہوں:۔

جو بھڑکوں تو بجھانے کی کوئی جرأت نہیں رکھتا
وہ ٹھنڈی آگ کا شعلہ ہوں جو سوزش نہیں رکھتا

(حیران ہوکر دیکھنا) ہیں! یہ کون آرہا ہے۔ہاں یہ تو وہی میرا شکار ہے جس کا عرصہ سے انتظار ہے۔ اچھا اب ذرا مجھ کو چھپ جانا چاہئے۔ اور پھر اس کو دامِ فریب میں پھنسانا چاہیئے۔

(بلق کا چھپنا اور ذکریا سوداگر کا چلتے چلتے قریب آجانا)۔

ذکریا۔ (دل میں) چلتے چلتے جسم تھک کر چور ہے۔ مگر ابھی منزل بہت دور ہے۔ سفر لمبا ہے۔ میں اکیلا ہوں۔ کوئی ساتھی نہیں کہ دل بہلتا جائے اور سفر بھی آرام سے کٹ جائے۔

گانا

ہم ہیں غربت میں نظر پھر گئی سب یاروں کی
بات پوچھی نہ کسی نے وطن آواروں کی
اے مسیحا انہیں صحت ہو یہ ممکن ہی نہیں
آس اب ٹوٹ گئی آپ کے بیماروں کی
نغمۂ بلبلِ شیدا سے چمن گونج گئے
اب ہوا نامِ خدا اور ہے گلزاروں کی
شور ہے مصر میں یوسف کی لگیگی قیمت
ہمتیں دیکھنی ہیں آج خریداروں کی

(پیچھے سے ایک اور مسافر کا نمودار ہونا اور ذکریا کا ٹھہر جانا)۔

ذکریا۔ خدا کا شکر ہے کہ ایک ساتھی آرہا ہے۔

(مسافر کا آجانا)

ذکریا۔ (مسافر سے) بھئی سلام۔

مسافر۔ سلام۔ اچھا ہوا آپ مل گئے۔ میں ڈر رہا تھا کہ اب کیا ہوگا تنہا ہوں۔ کیونکہ رستہ خطرناک ہے۔ ڈاکوؤں کا زور ہے۔ رات دن ڈاکے پڑتے ہیں۔ مسافر لٹتے ہیں۔ بُرا ہو رومی حاکم کا کہ اس نے رشوت کھائی ہے۔ اور

ڈاکوؤں۔ راہگیروں کی بن آئی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ایک مسافر اکیلا جا رہا تھا۔ دن دہاڑے ڈاکو ٹوٹ پڑے اور اس کا سب مال و اسباب لوٹ لے گئے۔

ذکریا۔ بتائیے آپ کہاں جا رہے ہیں؟

مسافر۔ میں پردیس کو گیا تھا۔ اب اپنے عزیز وطن سامریہ کو واپس جا رہا ہوں

ذکریا۔ کیا آپ سامری ہیں؟

مسافر۔ جی ہاں۔ آپ نے ٹھیک سمجھا۔ میں سامری ہوں۔

ذکریا۔ افسوس ہے کہ تم غیر قوم ہو۔ اس لئے میں تمہارے ہمراہ سفر نہیں کر سکتا

مسافر۔ ہاں۔ سامری جہان بھر کے بُرے اور یہودی سب قوموں سے اچھے ہی سہی۔ لیکن اِس خطرناک جنگل میں ہم ایک دوسرے کے مددگار تو ہونگے۔

ذکریا۔ جان تو بیشک پیاری ہے۔ لیکن کیا کروں یہ لاچاری ہے کہ سامری قوم لعنتی ہے۔ اسرائیلی برگزیدہ ہیں۔ سامری راندہ ہیں۔ یہودی بیت المقدس کو خدا کا مقدس شہر جانتے ہیں۔ مگر سامری اس کی بجائے سِکم کو پاک جگہ مانتے ہیں۔ خدا کی برگزیدہ یہودی قوم کا مقدس پہاڑ صیحون ہے۔ لیکن یہ لعنتی سامری قوم جرزیم کی تعظیم کرتی ہے۔ ہمارا ایسی غیر قوم لوگوں سے کیا واسطہ۔ اور ان کے ساتھ سفر کرنے کا کیا ذکر۔ تم یا تو آگے نکل جاؤ یا سو قدم پیچھے پیچھے آؤ۔

(سامری کا تھوڑی دیر بیٹھ جانا اور ذکریا کا آگے نکل جانا اور بلق کا گھات سے نکل آنا)

بلق۔ آداب۔

ذکریا۔ آداب۔ فرمائیے آپ کا نام کیا ہے۔ آپ کا مقام کہاں ہے؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کہاں جانے کا قصد رکھتے ہیں؟ اور ایسے وقت میں اس جنگل میں کیا کام ہے۔ یہ آپ کا ایک ادنےٰ غلام ہے۔

بلق۔ میں ایک سوداگر ہوں۔ اگرچہ نسل کا یہودی ہوں۔ مگر برسوں سے رُوم میں رہتا ہوں۔ پرسوں کچھ قیمتی اشیا لے کر تجارت کی غرض سے یروشلم کی طرف آیا تھا مجھ کو ہی کل شام یافہ شہر میں پہنچا میرے ساتھی کا خط ملا کہ یروشلم نہ جاؤ بلکہ سیدھے یریحو شہر میں آؤ۔ دیر ہرگز نہ لگاؤ۔ قسمت آزماؤ اور خوب دولت کماؤ۔ یہ پڑھتے ہی روانہ ہوا۔ اور رات ہی رات سفر کرتا یہاں آ پہنچا۔ اب یریحو جانے کا ارادہ ہے۔ اکیلا ہوں۔ طبیعت اکتاتی ہے۔ چاہتا ہوں کہ کوئی ساتھی مل جائے تاکہ یہ دلِ بیتاب بھی کچھ تسلی اور آرام پائے۔ خدا را کچھ آپ بھی فرمائیے آپ کون ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟

ذکریا۔ بھائی میں بھی سوداگر ہوں یریحو جانے کا ارادہ ہے۔

بلق۔ واہ بھائی واہ۔ تب تو میں اور آپ سفر کے ساتھی ہیں اور ایک ہی جگہ جا رہے ہیں۔ پھر میرا اور آپ کا ایک ہی کام ہے۔ ہم دونوں کے سفر کا ایک ہی انجام ہے۔

ہاتھ اُلفت کا ذرا یار اِدھر آنے دو خوب گذریگی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو

ذکریا۔ یہ تو میں بھی چاہتا تھا کہ کوئی ساتھی مل جائے۔ اچھا ہوا آپ آ گئے اب سفر بھی آرام سے کٹیگا اور دل بھی بہلتا جائیگا۔

بلق۔ تب تو میرے دل کی مُراد بر آئی۔ میں تو اپنے آپ کو تنہا خیال کرتا تھا۔ بے چین ہوتا تھا۔ اب میری دُعا قبول ہوئی جو آپ سے ملاقات ہوئی۔ ہم دونو ہم پیشہ ہونے کے اعتبار سے ایک دوسرے کے دل کو اچھی طرح سے بہلا سکتے ہیں۔

ذکریا۔ یہ تو سب کچھ ہوا۔ مگر ہمیں ذرا جلد جلد قدم اُٹھانا چاہیئے اور منزلِ مقصود پر شام ہونے سے پہلے پہنچ جانا چاہیئے۔ پہلے ایک ساتھی ملا مگر وہ سامری نکلا

کیا آپ تو سامری نہیں؟

بلق۔ ہرگز نہیں۔ مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔ کچھ ناشتہ کروں اور اپنے پیٹ کے تنور کو بھر لوں۔ ایک تو میں اکیلا تھا۔ دوسرے سفر کرتے کرتے بہت تھک گیا کہ کل شام سے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اب آپ کے ملنے سے اطمینان ہوا اور دم میں دم آیا۔

(دونو کا بیٹھ جانا۔ بلق کا کھانا نکالنا)۔

بلق۔ آئیے۔ آپ بھی کچھ کھا لیجئے۔

ذکریا۔ میں تو ابھی خوب سیر ہو کر آیا ہوں۔ آپ کھائیے مگر جلدی کیجئے۔

بلق۔ اچھا اگر آپ کھانا نہیں کھاتے تو کم از کم ان جواہرات کو تو پرکھئے۔ بتائیے۔ آپ کے خیال میں کس قیمت پر فروخت ہو جائینگے؟ (نکال کر دکھانا)

ذکریا۔ (دیکھ بھال کر) یہ بہت قیمتی معلوم ہوتے ہیں۔ غالباً بیس ہزار سے کم پر نہ بکینگے۔

بلق۔ ہاں یہی میرا اندازہ ہے۔ بارہ ہزار روپیہ تو کل شام دکھاتے دکھاتے ہی یافہ کے سوداگر مجھے دیتے تھے۔ اب دیکھئے یریحو میں تقدیر کیا گل کھلاتی ہے اور کیا رنگ لاتی ہے؟

ذکریا۔ یریحو میں ملک شام کے نامی گرامی سوداگر آئے ہیں۔ وہ ضرور آپ کو بیس ہزار روپیہ دیدینگے۔ آؤ ذرا تیز تیز قدم اٹھائیں تاکہ جلد پہنچ جائیں۔

(پردے کے پیچھے سے کسی کے پاؤں کی آواز اور تلواروں کی چھنکار سنائی دیتی ہے)

ذکریا۔ (چوکنا ہو کر اُدھر دیکھتا ہے اور کہتا ہے)۔ یہ آواز کیسی ہے؟

بلق۔ اس جنگل میں شیر اور بھیڑیے بہت ہیں جو ان جھاڑیوں میں چھپے رہتے ہیں۔ (دو آدمیوں کی گفتگو سنائی دیتی ہے)۔

ذکریا۔ نہیں یہ تو آدمیوں کی آواز ہے جو جنگل میں سے آرہے ہیں ۔خدا خیر کرے۔
بلق۔ آپ تو بہت ڈرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ۔جانے دیجئے۔ آئیے بیٹھ کر کھانا کھائیں ۔ (دونو کھانا کھانے بیٹھتے ہیں)۔

(دو ڈاکوؤں کا ظاہر ہونا)

ایک ڈاکو ۔ ارے تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو ؟

(ذکریا اور بلق کا ڈر کر اُٹھ کھڑا ہونا)۔

دوسرا ڈاکو ۔ جہاں کھڑے ہو وہیں کھڑے رہو۔ اگر قدم ہلاؤ گے تو مارے جاؤ گے ۔

(ذکریا اور بلق دوڑنا شروع کرتے ہیں ۔مگر بلق ذکریا کے آگے گر پڑتا ہے ۔ اور ذکریا بھی اس سے ٹھوکر کھا کر گر جاتا ہے)۔

ذکریا ۔ارے تم نے تو مجھے بھی گرا دیا ۔

بلق ۔ ہائے ۔ وہ آگئے ۔

(ڈاکو آکر ذکریا کو پکڑ لیتے ہیں)۔

ذکریا ۔ مَیں خدا کی برگزیدہ یہودی قوم کا ہوں ۔ابراہیم کی نسل اور یعقوب کی اَولاد ہوں ۔

ایک ڈاکو ۔ تُو یہودی ہو یا سامری ۔ ہمیں اِس سے کیا ؟

دوسرا ڈاکو ۔ باتیں مت بنا ۔اگر سلامتی چاہے تو جو کچھ تیرے پاس ہے فوراً ہمارے حوالے کر دے ۔

ذکریا ۔ دیکھو ۔مَیں غریب فقیر ہوں ۔ روٹی کو محتاج اور تنگ دست ہوں ۔ مجھے مار کر کیا لوگے ۔

بلق ۔جھوٹ کہتا ہے ۔اِس کے پاس لعل اور جواہر ہیں ۔ شاہی دربار میں سوداگری

کرنے جا رہا ہے اور ہمیں اپنی فقیری جتا رہا ہے۔

ایک ڈاکو (گھسیٹ کر نیچے گرا دیتا ہے) معلوم ہوتا ہے کہ بہت مکار ہے۔ بہت چالاک اور ہوشیار ہے۔ جب دو چار پڑ جائینگی تو چالاکی سب جاتی رہیگی۔

بلق۔ ابھی تو تو دنیا کا سب سے بڑا جوہری بنا ہوا تھا۔ اور اب دم بھر میں کنگال ہوگیا ہے۔

ذکریا۔ بات۔ تیری ظالم کی ایسی تیسی۔ تو ظاہر میں پارسا مگر باطن میں پھاڑنے والا بھیڑیا تھا چوروں کا یار۔ بدمعاشوں کا ساتھی۔ مگر میرے پاس آکر سوداگر بن گیا۔ تیرا بُرا ہو۔ تو نے مجھے دھوکا دیا۔ تجھ سے تو وہ سامری ہی اچھا تھا۔

بلق۔ کیوں اب آیا یاد سامری؟ کیوں نہ چلے اس کے ساتھ دو قدم بھی خاندانی غرور میں مارے گئے۔ اب اپنی خود پسندی کا مزا چکھو۔ اُسے ساتھ رہنے دیتے تو کیوں اس حالت کو پہنچتے؟ اب تمہارا مجھ سے واسطہ پڑا ہے اور میں

توڑ دونگا آج تیری زندگی کے جام کو
قتل کا خود دیکھیگا تو تماشا شام کو
تو نہ مانیگا اگر ضدی میرے پیغام کو
نام تک تیرا نہ چھوڑونگا جہاں میں نام کو

ایک ڈاکو۔ میاں یہودی۔ خدا کی برگزیدہ قوم۔ جو کچھ تیرے پاس ہے سب رکھ دے۔ اور جان بچا کر بھاگ جا۔ اور اِدھر اُدھر کی باتیں مت بنا۔

ہاں سے۔ نہیں نہیں سے۔ جو قول و قرار ہیں
تیغوں کے پھل سمجھ لے کہ سینے سے پار ہیں

ذکریا۔ رحم کرو۔ ظالمو۔ ترس کرو۔ مجھ غریب کی بد دُعائیں نہ لو۔

دُوسرا ڈاکو۔ بتا۔ سامری تیری طرح خدا کے بندے ہیں یا نہیں؟

ذکریا۔ جان جائے مگر آن نہ جائے۔ میں یہودی ہو کر سامری کو اپنے برابر کیونکر جان

سکتا ہوں۔

نام تک مت چھوڑ ظالم تو جہاں میں نام کو | رات دن تُو دے ترقی گردشِ ایام کو
شوق ہے پی لُونگا میں اِس اجل کے جام کو | پر کبھی دھبّہ لگاؤنگا نہ اپنے نام کو

دوسرا ڈاکو۔ باتیں بناتا ہے اور ناحق اپنی جان گنوانا چاہتا ہے۔

ذکریا۔ (روکر)

مَیں اک بُوڑھا ہوں مجھ کو چٹکیوں سے تم مسل ڈالو
مجھے کمزور کیڑے کی طرح پاؤں میں مَل ڈالو
جلادو آگ میں غصّے کی اور تیوری پہ بَل ڈالو
میرے ٹکڑے اُڑا دو۔ لاٹھیوں سے سر کُچل ڈالو

بلق۔ معلوم ہوتا ہے تیری شامت آئی ہے۔ ہمارے سر خُون چڑھانا چاہتا ہے۔

ذکریا۔ کسی جوان کا مقابلہ کرتے تو تمہاری بہادری کا بھی پتہ لگتا۔ مجھ بوڑھے کو مارنے میں کیا بہادری ہے؟

ضعیفوں کو اگر تیغ و تبر مارا تو کیا مارا | جو خود ہی مر رہا ہو اُس کو گر مارا تو کیا مارا
مزا تب مارنے کا آئیگا اِن دست و شانوں کو | جواں ہو کر اگر مارو برابر کے جوانوں کو

(اب سارے ڈاکو پل پڑتے ہیں۔ مارتے پیٹتے اور گھسیٹتے ہیں اور سارا مال و اسباب لُوٹ لیتے ہیں اور ادھموا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں)۔

(کاہن کا نوکر سمیت آنا)

کاہن۔ (لاش کو دُور سے دیکھ کر) ہا! ہا ہا! یہ تو کوئی مُردہ معلوم ہوتا ہے۔

نوکر۔ (قریب جاکر جُھک کر دیکھتا ہے)۔ تقدّس مآب۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ بیچارہ مسافر ہے۔ ڈاکو قتل کر گئے ہیں۔ سارے بدن پر مار پیٹ کے نشان ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ابھی قتل ہؤا ہے۔ کیونکہ تازہ زخم ہیں۔ سر پر دو کاری ضربیں لگی ہیں۔

شکل و صورت سے یہودی معلوم ہوتا ہے۔

کاہن۔ ہے تو۔ ہی خیال کہ یہودی ہے۔

نوکر۔ بیچارہ بے گُناہ مارا گیا ہے۔ اِس کی مدد کرنا ہمارا عین فرض ہے

یہی ہے مروت یہی دین و ایماں　　کہ کام آئے دُنیا میں انساں کے انساں

کاہن۔ خدا جانے۔ یہودی ہے کہ سامری۔ بیگناہ ہے کہ گنہگار۔ کیا جانیں۔ اسے ڈاکو مار گئے ہیں یا خود ڈاکو تھا اور مسافروں سے لڑ کر مر گیا ہے۔

(نوکر ہاتھ لگاتا ہے)

ذکریا۔ ہائے ربا۔ میں مر گیا۔

نوکر۔ بھئی۔ کون ہو؟ کیا ہوا؟ یہاں اِس حالت میں کیوں پڑے ہو؟

ذکریا۔ (رو کر) ڈاکو مار مار کر چھوڑ گئے ہیں۔ خدا نے تم کو بھیجا ہے میری جان بچاؤ

کاہن۔ (نوکر کو جھڑک کر) کس خیال میں پڑ گئے ہو؟ آدمی کو اپنے کام سے واسطہ رکھنا چاہیئے۔ یہ بھی تو خیال کرو کہ اگر ہم اسے بچانے کی کوشش کریں تو خطرہ ہے کہ ڈاکو گھات سے نکل کر ہمیں موت کے گھاٹ اُتار دیں۔ پھر اگر چاہیں تو بھی یہ ہم سے منزل تک کیسے اُٹھایا جائیگا؟

نوکر۔ حضور۔ آئیے۔ اِسے درخت کے نیچے لے چلیں اور اِس کے منہ میں پانی ڈالیں۔ شاید بچ جائے۔

کاہن۔ مَیں نے تو جلد ہیکل میں جانا ہے۔ عبادت کرانا ہے۔ یہ تو پہلے ہی مر رہا ہے۔ اگر ہمارے ہاتھوں میں اِس کی جان نکل گئی تو ہم ناپاک ہو جائینگے۔ پھر عبادت کس طرح کرائینگے؟ نیکی بربادِ گناہ لازم کا معاملہ ہو جائیگا مجھے جلد یروشلم کو جانا چاہیئے۔ (پیچھے دیکھ کر) وہ کچھ مسافر آ رہے ہیں۔ وہ اِس کی خبرگیری کرینگے۔ ہم جا کر پولیس کو خبر کر دینگے۔ آگے وہ جانیں اور اُن کا کام۔ وہ

خود جو چاہینگے کرینگے سب انتظام -

(کاہن اور اُس کا نوکر چلے جاتے ہیں) -

لاوی کا آنا -

لاوی (لاش کو دُور سے دیکھ کر) - ہیں! یہ کون ہے ؟

نوکر - (نزدیک جاکر اور دیکھکر) کوئی مسافر بیچارہ ہے جسے ظالم رہزنوں نے مارا ہے - زندگی کی امید کم ہے - کیونکہ رُک رُک کر آتا دم ہے - بہت بُری طرح مارا پیٹا ہے - بدن قیمہ ہو گیا ہے - بیدردوں کا جگر تو دیکھئے - کپڑے بھی اُتار لے گئے ہیں اور خاک و خون میں لتھڑا چھوڑ گئے ہیں - اِس کی مدد کرنی چاہیئے -

لاوی - تجھے کیا پڑی ہے؟ تُو اپنی نبیڑ -

نوکر - جناب - آدم کی نسل ہے - کیونکہ سب انسانوں کی ایک ہی اصل ہے - یہ ہمارا ہمجنس انسان ہے - کوئی دم کا مہمان ہے (چھوکر) ابھی باقی جان ہے - مصیبت زدہ کی مدد کرنا خدا کا فرمان ہے -

ذکریا - ہائے ربا - میں مر گیا - ہائے میری مدد کرو -

نوکر - حضور - میں اِس کو اُٹھا لیتا ہوں - آپ میرے کندھے پر رکھ دیں -

لاوی - اگر فرصت ہوتی تو میں اِس کی مدد ضرور کرتا - مگر مجھے دیر ہو رہی ہے - کیا کروں معذور ہوں - جلد جانے پر مجبور ہوں - ہیکل میں مقررہ وقت پر جانا ہے - نماز کرانا ہے - اگر دیر ہو جائیگی تو ساری جماعت گھبرائیگی - نماز بھی رہ جائیگی - میری شامت آجائیگی - اِس ایک کی جان تو شاید ہم بچالیں مگر ہم دو تو کی جان جائیگی - وہ دیکھو آگے کاہن اور اُس کا خادم جا رہے ہیں -

نوکر - حضور - اگر اس کی جلد مرہم پٹی نہ کی گئی تو یہ مر جائیگا -

لاوی - تو ہمارا اِس میں کیا قصور؟ یہ کیوں اِس راہ میں اکیلا چلا بے شعور -

جو مرتا ہے تو مرنے دو۔ سفر دُنیا سے کرنے دو
جو اس وادی میں آتا ہے وہ اکثر قتل ہوتا ہے

(لاوی کا تیز قدمی سے چلے جانا اور نوکر کا اس کے ہمراہ ہو لینا)

لاوی۔ دیکھو تم تو نادان ہو۔ اُس موقعہ پر بہت خطرہ ہے۔ وہاں ٹھہرنا ناحق اپنی جان گنوانا ہے۔ اگر ہم وہاں اُس کی مدد کرنے کو رُک جاتے تو کیا پتہ کہ ڈاکو آکر ہمیں بھی قتل کر ڈالتے۔ اور ایک کی بجائے تین ننگی لاشیں پڑی ہوتیں۔ خدا کا شکر ہو کہ ہم وہاں سے جلد چلے آئے۔

نوکر۔ حضور۔ رومیوں نے اِس ملک کا خون نچوڑ لیا ہے۔ اتنے بھاری محصول لگا رکھے ہیں کہ لوگوں کے پاس کھانے کو کچھ نہیں رہ جاتا۔ لیکن اس راہ کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔ انہیں چاہیئے کہ پولیس اور پلٹن لے کر جنگل میں گھُس جائیں اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر تمام ڈاکوؤں اور چوروں کا نام ونشان مٹا دیں۔ ہر روز خون ہوتے ہیں مگر رُومی افسر ہیں کہ بیفکری سے پڑے سوتے ہیں۔

لاوی۔ مجھے خواب بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکو یہ آئے وہ آئے۔ ابھی اُس جھاڑی سے نکلے اور ہم پہ پل پڑے۔ (یہ کہکر تیزی سے دوڑنے لگتا ہے اور ہانپ جاتا ہے۔ اور دونو غائب ہو جاتے ہیں)۔

(آنا شمعون نیک سامری کا)

شمعون سامری۔ ہیں یہ کیا ہے؟ کوئی بیچارہ مارا گیا ہے۔ ڈاکوؤں نے لُوٹ لیا ہے۔ خدا جانے مر گیا ہے یا ابھی زندہ انسان ہے جسے کر دیا ڈاکوؤں نے لُوٹ کر بے سروسامان ہے۔ ضرور ہے کہ اس کی امداد کی جائے۔ اور اسکا اور اسکے بیوی بچوں کا دل شاد کیا جائے۔

(لاش کے قریب جانا)

اوہو۔ یہ تو زندہ انسان ہے۔ مگر بیچارہ نیم جان ہے۔ کوئی دم کا مہمان ہے
اگر میں اِسے اِسی حالت چھوڑ جاؤنگا تو اور کون آئیگا جو اِسے بچائیگا؟ یہ یقیناً
یہیں مر جائیگا۔ بے کفن و دفن رہ جائیگا۔ وحشی جانور آئینگے اور ضرور اسے کھا
جائینگے۔ مگر اِس کا بچانا بھی تو آسان نہیں۔ کیونکہ یہاں علاج کا کچھ سامان
نہیں۔ اسے کسی بستی میں لے جاؤنگا۔ اور علاج کراؤنگا تو دیر بہت ہو جائیگی
اور جو خبر میں نے پہنچانی ہے وہ پہنچنے سے رہ جائیگی۔ خبر سرکاری ہے پیغام
ضروری ہے۔ اگر وقت پر نہ پہنچاؤنگا تو غافل اور بے پروا کہلاؤنگا۔ اور سزا
پاؤنگا۔ جان سے مارا جاؤنگا۔ یہ تو شاید کوئی یہودی جوان ہے جو میری قوم کا
دشمن ہے۔ میرے مذہب سے اِسے نفرت ہے اور میری ذات سے عداوت ہے
اس لیئے اِس سے مجھے کچھ غرض نہیں۔ اِس کی جان بچانا مجھ پر کسی صورت
میں بھی فرض نہیں۔

(یہ کہہ کر چلے جانا اور تھوڑی دُور جا کر ٹھہر جانا)

(دل ہی دل میں کہنا) او شمعون۔ او شمعون۔ تُو بڑا بے ایمان ہے۔ تُو
سخت احمق اور نادان ہے۔ یہ مجروح بھی تیرا ہمجنس انسان ہے۔ خدا نے
سب آدمیوں کو ایک ہی خون سے پیدا کیا ہے۔ اس لیئے اُس کے نزدیک نہ
کوئی چھوٹا ہے نہ بڑا ہے۔ نہ امیر۔ نہ غریب۔ نہ یہودی نہ سامری۔ خدا سب
کا داتا ہے۔ وہ اپنا سورج نیکوں اور بدوں دونو پر یکساں چمکاتا ہے۔ عمدہ
اور بنجر سب جگہوں پر اپنے فضل کا مینہ برساتا ہے۔ بس مجھے مناسب بلکہ
انسب ہے کہ ایسے حال میں ایک مصیبت زدہ بھائی کی مدد اور دستگیری
کرے۔ اور اپنے اس فرض کی ادائیگی میں کوئی حیلہ و بہانہ نہ کرے۔ اے
بیوقوف شمعون۔

کام انسان کا انسان پڑتا ہے ضرور	بات رہ جاتی ہے پر کام نکل جاتا ہے

یہ اگرچہ رنجور اور وطن سے دور۔ درماندہ اور راندہ ہے۔ لیکن اے سودائی۔ یہ سمجھ کہ یہ ہے تیرا بھائی۔ اس لئے تو جا اور اس کی جان بچا۔

(شمعون کا لوٹ کر جانا اور زخموں پر تیل اور مے لگانا اور اٹھا کر لے جانا۔ اور نظر سے غائب ہو جانا)۔ (پردہ گرتا ہے)

چھٹا سین

سرائے کا نظارہ

(کاہن مع نوکر آتے ہیں۔ اور سرائے کے دروازہ پر دستک دیتے ہیں۔)

کاہن۔ ارے دروازہ کھولو۔

(اندر سے ایک نوکر بھاگا ہوا آتا ہے)۔

نوکر۔ (جھک کر سلام کرتا ہے) آئیے حضور۔ حکم فرمائیے فیض گنجور۔

کاہن۔ سرائے کا مالک کہاں ہے؟

(نوکر دوڑ کر اندر جاتا اور سرائے دار کو بلا لاتا ہے)۔

سرادار (جھک کر آداب بجا لاتا ہے)۔ حضور پرنور۔ سلام۔ آداب۔ تسلیمات بندہ حاضر ہے۔

کاہن۔ (تحکمانہ لہجہ سے)۔ دیکھو۔ یہاں سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مسافر ہے جو مارا۔ کوٹا۔ خون سے لتھڑا۔ بے حس و حرکت زمین پر پڑا ہے۔ جان بلب ہے درد سے کراہ رہا ہے۔ کسی آدمی سے کہو کہ جا کر اسے اٹھا لائے اور تھانہ میں پہنچائے۔

سرادار۔ حضور ہر روز قتل کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ ڈاکے پڑتے ہیں۔ مسافر

لُٹتے ہیں۔ سرکار کو پروا نہیں۔ ہم غریب اس کا کیا انتظام کر سکتے ہیں؟ ہر روز کس کس کو اُٹھا لائیں اور کس کس کی تیمار داری کرتے رہیں۔

کاہن۔ ہمارے لئے کھانا لاؤ۔ اور شربت پلاؤ۔

(نوکر جاتا اور چوکی لا کر بٹھا دیتا ہے۔ اور پھر شربت کا ایک گلاس لا کر پلاتا ہے۔ اتنے میں لاوی بھی آ جاتا ہے)۔

لاوی۔ (کاہن کے سامنے تعظیم بجا لاکر)۔ اعلیٰ حضرت فیض درجت۔ عالی جاہ جہاں پناہ۔ تقدس مآب۔ فیض انتساب۔

کاہن۔ کیا تم نے راہ میں وہ لاش دیکھی؟

لاوی۔ حضور فیض گنجور۔ ہاں میں نے دیکھا۔ بیچارہ مصیبت کا مارا ڈاکوؤں میں گھر گیا۔ انہوں نے مار پیٹ۔ لوٹ گھسوٹ کر بیجان کر دیا۔ سامان لوٹ لے گئے۔ اور مُردہ جان کر چھوڑ گئے۔ اپنی طرف سے تو مار گئے۔ مگر ابھی جیتا ہے۔ دیکھکر ترس آتا ہے۔ مگر ظالموں کو کیا؟

کاہن۔ تو پھر کیوں نہ تم نے اس کی کچھ مدد کی؟

لاوی۔ حضور میں نے آپ کو دیکھا کہ اس کے پاس سے ہو کر جلد آگے چلے گئے۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ ضرور مصلحت ہو گی۔ پس میں نے بھی آپ کی پیروی کی۔

کاہن۔ اچھا آؤ۔ یروشلم کو چلیں اور پولیس کو اطلاع دیں۔

(یہ کہہ کر لاوی اور کاہن اُٹھتے اور نظر سے غائب ہو جاتے ہیں)

سرادار۔ (اپنے نوکر سے) بات تو وہ ٹھیک کہتے تھے۔ سرکار ہم غریب سرائے داروں سے بھی بہت بھاری محصول لیتی ہے۔ مگر اُس سے اِس راہ کا انتظام نہیں ہوتا۔ لوگ مر رہے ہیں اور افسر محلوں میں چین سے مزے اڑاتے ہیں۔ خدا جانے پولیس کس لئے ہے اور اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟

نوکر۔ حضور۔ پولیس ہم غریبوں کو ستانے کے لئے ہے اور بس۔ آئے دن حوالدار آجاتا ہے کہ بتاؤ سرائے میں کون کون آکر ٹھہرا؟ نام لکھاؤ۔ پتہ بتاؤ۔

سرادار۔ یہ راستہ خطرناک ہے۔ لوگوں نے اِس راہ سفر کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اگر مسافر ہی آکر سرا میں نہ ٹھہریں تو سرادار کہاں سے کمائیں؟ یہی وجہ ہے کہ ہم بھوکوں مرنے لگے ہیں۔ کل سے کوئی نہیں آیا۔ خدا کرے کوئی مسافر آجائے۔

(اتنے میں شمعون سامری ذکریا کو اُٹھائے نظر آتا ہے)

نوکر۔ وہ دیکھیں۔ ایک مسافر آرہا ہے۔

سرادار۔ بیوقوف۔ کیا دیکھتا نہیں کہ دو مسافر ہیں؟

نوکر۔ ہاں۔ حضور سچ کہتے ہیں۔ مَیں نے سمجھا کوئی سوار گدھے پر چڑھا چلا آرہا ہے۔

سرادار۔ تُو ہماری نوکری کے لائق نہیں رہا۔ تیری نظر اتنی کمزور ہے کہ تجھے آدمی بھی گدھا نظر آتا ہے۔

(شمعون کا آپہنچنا)

شمعون۔ میاں سردار۔ اس آدمی کو آرام سے نیچے اُتار دو۔

(سرادار کا اُٹھ کر سہارا دینا اور ذکریا کو نیچے فرش پر اُتار لینا)۔

سرادار۔ (ایک نوکر سے) دوڑ کر جاؤ اور ٹھنڈا پانی لاؤ۔

(نوکر کا جانا اور پانی لاکر پلانا اور ذکریا کا آنکھیں کھولنا)۔

شمعون۔ میاں سرادار۔ دیکھو۔ اگر کوئی کمرہ ہوادار اور صاف ستھرا ہو اور بالکل آراستہ و پیراستہ ہو تو اِس آدمی کے لئے جلد تیار کرو۔ نرم بستر لگاؤ۔ اور اسے وہاں آرام سے لِٹاؤ۔

سرادار۔ آئیے اور کمرہ ملاحظہ فرمائیے (دونو کا جانا اور دیکھنا) حضور یہ نوابوں کے لئے مخصوص ہے مگر مجھے آپ کی خاطرداری منظور ہے۔

شمعون ۔ میاں ۔ مَیں تو اپنے لئے نہیں چاہتا۔ یہ کمرہ تو اس مسافر کے لئے درکار ہے جو زخموں اور ضربوں کی وجہ سے تنگ حال اور لاچار ہے۔ تم اسے یہاں لاؤ اور آرام سے لٹاؤ۔

(دولو کا جانا اور نوکروں کی مدد سے اُٹھا لانا)

شمعون ۔ ایک نوکر بُلاؤ اور اُسے خاص اِس شخص کی خدمت پر لگاؤ۔

سرادار ۔ ابے نوکر۔

نوکر۔ حاضر جناب ۔ (جھک کر سلام بجالانا) ۔

سرادار ۔ دیکھو۔ تم اس کمرہ میں رات دن حاضر رہو اور اِس مہمان کی پوری پوری خاطر داری کرو ۔ اگر ذرا بھی غفلت کروگے تو موقوف کر دئے جاؤگے۔

شمعون ۔ لیکن اگر دل لگا کر کام سرانجام دوگے تو علاوہ تنخواہ کے بہت سا انعام واکرام بھی پاؤگے۔

نوکر۔ حضور سلامت ۔

سرادار ۔ حضور کی جان سلامت ۔

نوکر ۔ حضور کا مال سلامت ۔

سرادار ۔ حضور کے بال بچے سلامت ۔

نوکر ۔ حضور کا اقبال بڑھے ۔

سرادار ۔ حضور کا جلال وحشمت ترقی کرے (غرض اس قدر خوشامد کرتے ہیں کہ تنگ کر دیتے ہیں) ۔

شمعون ۔ اچھا بھئی ۔ دُعائے خیر تو ہو چکی ۔ اب بات یہ ہے کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام پر جانا ہے اور اِس آدمی کو تمہارے ہاں رہنا ہے ۔ یہ بہت کمزور اور لاچار ہے اور اسے رات دن کی نگہداشت اور حفاظت دلجوئی اور آسائش

درکار ہے۔

سرادار۔ حضور ہم سب آپ کے غلام ہیں۔ آپ کا دِیا کھاتے ہیں۔ آپ کا گُن گاتے ہیں۔ آپ کی خدمت کرتے ہیں۔ آپ کا مال کھاتے ہیں۔

شمعون۔ میاں خوشی سے کون کسی کے کام آتا ہے۔ ہر شخص محنت کرتا ہے اور دام پاتا ہے۔

دُنیا عجب بازار ہے کچھ جنس یاں کی ساتھ لے
نیکی کا بدلہ نیک ہے بد سے بدی کی بات لے
میوہ کھلا میوہ ملے پھل پھُول دے پھل پات لے
آرام دے۔ آرام لے۔ دُکھ درد دے۔ آفات لے
کل جگ نہیں کر جگ ہے یہ یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

تم محنت کروگے اُس کی مزدوری پاؤگے۔ جیسا بوؤگے ویسا کاٹوگے۔ اور یقین جانو کہ اِس کا بغیر خادم کے رہنا دُشوار ہے۔ بیچارہ زندگی سے بیزار ہے۔ ہر وقت لیٹنے پر مجبور ہے۔ چلنے پھرنے سے معذور ہے۔ اور مجھے یہاں سے ایک خاص کام پر جانا ضرور ہے۔ اگر تم اس کی خدمت کروگے تو ایک ایک کوڑی ادا کرونگا اور انعام بھی دونگا۔

سرادار۔ آپ بیفکر رہیئے۔ بندہ خدمت کو تیار ہے۔ اور دل وجان سے تابعدار ہے۔ آپ کا پُرانا نمک خوار ہے۔

شمعون ایک کام کرو کہ ایک ایسے خدمتگزار کا انتظام کرو جو زبان کا نرم۔ خدمت کو ہوشیار۔ محنت کو تیار اور شب بیدار ہو۔

(سرائے دار کا جانا اور ایک جوان خادم کو لاکر حاضر کرنا)

سرادار۔ لیجئے جناب۔ یہ خادم حاضر ہے۔

(نوکر کا جھک کر آداب بجا لانا)

شمعون۔ (سرادار سے) بھئی سرادار۔ تم نے تو سب انتظام حسبِ منشا کر دیا۔ اور میرے دامنِ مراد کو گوہرِ مقصود سے بھر دیا۔ میں یہ احسان ساری عمر یاد رکھونگا۔

(لڑکے سے مخاطب ہو کر) اچھا میاں لڑکے۔ تیرا نام کیا ہے؟

جان نثار۔ حضور میرا نام جان نثار ہے۔

شمعون۔ اچھا جان نثار۔ یہ وقت جان نثاری کا ہے۔ کام بہت ہوشیاری کا ہے۔ تُو اس آڑے وقت میں محنت سے کام کر۔ اور میری مدد کر۔ میں تجھے مزدوری کے دام بھی دونگا اور علاوہ اس کے بہت سا انعام و اکرام بھی دونگا۔

جان نثار۔ حضور جو ارشاد ہو۔ فرمائیے اور جان نثار کی جان نثاری آزمائیے۔

شمعون۔ اچھا بیٹا جان نثار۔ یہ بتا کہ کیا تمہارے شہر میں کوئی نامی گرامی ڈاکٹر اور لائق و فائق حکیم بھی ہے؟ جس کی دوا بے خطا ہو اور جس کے ہاتھ میں شفا ہو۔

جان نثار۔ جناب اس شہر میں ایک ہے بہت ہی نامور اور ہوشیار ڈاکٹر۔ اس کا علاج ہوتا ہے ہمیشہ کارگر۔ یُوں بھی مہربان ہے۔ وہ اپنے وقت کا لقمان ہے جانتا اُسے سارا جہان ہے۔

شمعون۔ بیٹا جان نثار۔ دیر مت لگاؤ۔ جلد دَوڑ جاؤ اور اس کو اپنے ہمراہ لیکر آؤ۔

(جان نثار کا جانا اور ڈاکٹر کو لے کر آنا)

ڈاکٹر۔ جناب سیٹھ صاحب آداب۔

شمعون۔ جناب ڈاکٹر صاحب آداب۔ آئیے تشریف لائیے۔ اور اِس مریض کی حالت ملاحظہ فرمائیے۔ وطن سے دُور۔ پردیسی اور رنجور۔ اِسے ڈاکوؤں نے پکڑا۔ مارا، پیٹا اور لُوٹا۔ مال و اسباب سب لُوٹ لے گئے اور اِسے ادھموا چھوڑ گئے۔

آپ اِس کا علاج کریں۔ اعلےٰ اور بے خطا دوائیں دیں اور غریب کی دُعائیں لیں۔
ڈاکٹر۔ آپ کوئی فکر نہ کریں۔ مَیں بڑی احتیاط سے اِس کا علاج کرونگا۔
(مریض کو دیکھنا اور تشخیص کرنا)
سیٹھ صاحب۔ اس کی حالت تو بہت خطرناک معلوم ہوتی ہے۔ جینے کی امید بہت کم ہے۔ اس کا رُک رُک کر چلنا دم ہے۔ فی الحال میں یہ دوائی دیتا ہوں۔ خدا چاہے تو اِس سے یہ ہوش میں آجائیگا۔ علاج اچھی طرح سے ہوگا۔ زخم دنوں میں بھر جائینگے۔ جسم میں طاقت آجائیگی۔ امید ہے خدا شفا دیگا۔ مگر گھبرائیے مت۔ ایک عرصہ تک علاج کرنا ہوگا تب جاکر یہ مریض شفا پائیگا۔ مگر یقین کریں کہ ضرور بچ جائیگا۔
شمعون۔ آپ علاج شروع کیجئے۔ دل لگاکر کام کیجئے۔ مَیں سارا خرچ دونگا اور آپ کو خوش کرونگا۔ لیجئے فی الحال یہ آپ کا نذرانہ ہے (ایک اشرفی دیتا ہے) اور ساتھ ہی شکرانہ ہے (جُھک کر سلام کرتا ہے)۔
ڈاکٹر۔ (روپیہ جیب میں ڈالکر) رہنے دیں آپ تکلیف نہ کریں۔ میں خدمت کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ تابعدار ہوں۔ آپ کا نمک خوار ہوں۔
شمعون۔ نہیں ڈاکٹر صاحب۔ مَیں نے آپ کو دِیا ہی کیا ہے؟ اِس کو راضی کریں۔ میں آپ کو راضی کرونگا۔
ڈاکٹر۔ کوئی فکر کی بات نہیں (دوا دیکر) آج آپ یہ دوائی دو دو گھنٹے کے بعد پلاتے جائیں۔ اِس سے درد ہوگا دُور۔ کمزوری ہوگی کافور۔ اور ہوش میں بھی آجائیگا۔ اور طاقت بھی پائیگا۔ تھوڑا تھوڑا دودھ بھی پلاتے جائیں۔ اور اگر سو جائے تو مت جگائیں۔ میں صبح کو پھر حاضر ہونگا۔ اور اگر ضرورت ہوگی تو اور دوا دُونگا۔ اب اجازت دیجئے اور آرام کیجئے۔

شمعون ۔ بہت بہتر جناب ۔

ڈاکٹر ۔ اچھا ۔ لو پھر آداب ۔

(ڈاکٹر کا چلے جانا)

شمعون ۔ بیٹا جان نثار ۔ یہ چار آنے لو اور جاکر دودھ لے آؤ ۔

(جان نثار کا جانا اور دودھ لیکر آنا ۔ اور دونو کا مریض کی تیمارداری کرنا)

شمعون ۔ اچھا بیٹا جان نثار ۔ ذرا جاکر سرادار کو بلا لانا ۔

(جان نثار کا جانا اور سرائے والے کو ہمراہ لانا)

سرادار ۔ فرمائیے صاحب ۔ کیا ارشاد ہے ؟ کس لیئے خادم کو کیا یاد ہے ؟

شمعون ۔ بھائی تیری مہربانی سے رات تو اچھی طرح سے گذری ۔ ہر طرح سے خیر رہی ۔ بیستر سب طرح کا سامان رہا ۔ اور ہر طرح کا آرام رہا ۔ ایک مشکل تو حل ہوئی ۔ اب ایک اَور مشکل درپیش ہے جس کا مجھے فکر ہے ۔ اگر کچھ اَور مہربانی ہو جائیگی تو یہ مشکل بھی حل ہو جائیگی ۔

سرادار ۔ صاحب فرمائیے ۔ وہ کیا مشکل ہے ؟ میں اُس پر دھیان کرونگا اور کوشش کرکے اُسے بھی آسان کرونگا ۔

شمعون ۔ بھائی مشکل یہ ہے کہ مجھے ایک ضروری کام کے لئے جلد یہاں سے جانا ہے اور چند دن بعد واپس آنا ہے ۔ اس عرصے میں اگر تو اِس مریض کی دیکھ بھال کرے اس کی دارُو دوا کا خیال کرے اور خوب کوشش اور فکر سے میری اس مشکل کو آسان کرے تو میں زندگی بھر تیرا احسان مانونگا اور تجھے اپنا جانونگا ۔ اور جو خرچ ہوگا وہ بھی کوڑی کوڑی ادا کردونگا ۔

سرادار ۔ جناب یہ آپ نے کیا فرمایا ؟ آپ پر رہے ہمیشہ خدا کی رحمت کا سایہ ۔ میں تو ہر وقت آپ کا تابعدار ہوں ۔ پورا فرمانبردار اور خدمت کو تیار ہوں جیسا

آپ کہینگے کرونگا۔ آپ خوشی سے جائیے اور جو کام کرنا ہو بیفکری سے کر کے آئیے۔
میں اِس کی دیکھ بھال کرونگا۔ آپ کی غیر حاضری میں پورا اس کا ہر ایک سوال کرونگا۔
شمعون۔ مَیں تمہاری مہربانی کا بہت مشکر گذار ہوں۔ فی الحال تو۔ یہ دو دینار
لو (دو سکّے ہاتھ میں دیکر) اور اِس کی دوا دارو کرو۔ اور اِس کا خوب دل بہلاؤ
اور خدا سے اجر پاؤ۔ جب مَیں آؤنگا تو سارا حساب چُکاؤنگا۔ اور جو کچھ زیادہ
خرچ ہوگا کوڑی کوڑی ادا کرونگا وعدہ اپنا وفا کرونگا۔
سرادار۔ بہت بہتر جناب۔ آپ اطمینان سے جائیے۔ سب کام ٹھیک ہوگا۔
آپ کا بھائی آرام سے رہیگا۔
شمعون۔ مَیں سامری ہوں۔ وہ یہودی ہے۔ مگر مجھے اس کی اس حالت پر
ترس آیا۔ اور اِس لیئے میں اِسے یہاں اُٹھا لایا۔ یہی سمجھو کہ وہ بھائی ہی
ہے۔ اچھا لو۔ خدا حافظ۔

(جانا شمعون سامری کا) (پردہ کا گرنا)

ساتواں سین

ذکریا کا مکان

(مارتھا کا آہ وزاری کرتے ہوئے نظر آنا)

گانا مارتھا کا

مارتھا۔ صبا جا کر خدائے پاک سے میری خبر کردے
غمِ فرقت نہیں اُٹھتا ہے پتھر کا جگر کردے
ہماری یہ شبِ فرقت الٰہی ہوگی کب آخر

بہت بے چین دل ہے یا خدا جلدی سحر کر دے
عطا کی ہے جو موسیٰ کو الٰہی تو نے سب طاقت
اگر ذرہ کو چاہے پل میں تو رشکِ قمر کر دے
جسے چاہے تو جنت دے جسے چاہے تو دوزخ دے
میرے مولا تیری مرضی جدھر چاہے اُدھر کر دے

(پھر ذرا سسکیاں لے کر)

ے رنگ بگڑا نظر آتا ہے خدا خیر کرے
دل میرا ہاتھ سے جاتا ہے خدا خیر کرے

آہ کمبخت ماربتھا۔ تیری قسمت نے کیا گل کھلایا۔ کیا رنگ جمایا جو تجھے غم کے سمندر میں ڈبویا۔ ہائے آج اتنے دن گذر گئے ہیں کہ میرے عزیز شوہر نے مجھے دل سے بھلا دیا۔ مجھے یاد نہ کیا۔ اور کوئی خبر بھیج کر بھی میرا دل شاد نہ کیا۔ جو کچھ دیکھا وہ تھوڑا نہیں۔ اور خدا جانے ابھی اور قسمت میں کیا لکھا ہے؟

بتائیں کیا کہ اِن آنکھوں سے ہم نے آج کیا دیکھا
زمیں سے تا فلک ہر جا اُسے جلوہ نما دیکھا
پڑے تھے آج تک غفلت کے پردے اپنی آنکھوں پر
مٹا دی جب خودی دل سے تو پھر دل میں خدا دیکھا

ے خوابِ غفلت میں پڑے سوتے تھے بس ہم آج تک
تھے جہالت میں پڑے اور کچھ نہ تھا غم آج تک

ہائے۔ وہ کیا ہار تھا جو میرے شوہر کے گلے کا ہار ہو گیا۔ ضرور میرا شوہر کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ کیا شہزادی نے وہ ہار میرے شوہر سے لے لیا مگر کیا میرے سرتاج کو بھی ساتھ ہی ڈم میں لے گئی؟ اور ملک الموت

کی طرح اتنی تیزی میں آئی اور گئی کہ مجھ سے ملنے کی مہلت نہ دی۔ ورنہ میرا امر تاج ضرور آتا اور سارا حال مجھے سناتا۔ شہزادی کا دیا ہوا انعام مجھے دکھاتا۔ اور مجھ سے مل کے جاتا۔ ہائے ذکریا۔ ہائے ذکریا۔ اے میرے عزیز تو جو کواڑ کی آڑ میں چھپا ہوا ہے اپنی آواز مجھے سنا۔ اپنا چہرہ مجھے دکھا۔ میرے پیارے جلد آ۔ اور مجھ غریب کو اب زیادہ نہ ستا۔ اے آسمان تو جو سارے عالم پر پھیلا ہوا ہے۔ اور ہر اچھے اور برے کو دیکھتا ہے۔ میں تجھ سے فریاد کرتی ہوں کہ تو ہی میرے شوہر کا پتہ لگا اور جلد اسے مجھ سے ملا۔ اے آسمان کے روشن ستارو تم جو بھولے بھٹکے مسافروں کے رہبر ہو اور ان کو راہِ راست پر لے آتے ہو۔ تم ہی جاؤ اور میرے شوہر کا پتہ لگاؤ۔ اے خدا۔ اے خدا تیرا رحم کیوں مجھ سے کوسوں دور ہے؟ میں تیرے سوا کس کے دروازے پر جاؤں اور کس کا آسرا ڈھونڈوں؟ تو ہی میری فریاد کا سننے والا ہے۔

تیرا ہی اے خدائے دو جہاں ہے آسرا مجھ کو
تیرا نام مقدس ہے۔ جو موسے کا عصا مجھ کو
غریبوں پر بھی کچھ پڑ جائے سایہ تیری رحمت کا
تیرے قرباں دکھا دے اب نمونہ اپنی قدرت کا

(مارتھا کا بیہوش ہو کر گرنا اور خادمہ کا اسے ہوش میں لانا اور پھر اٹھنا)

اے زمین تو جو ہر بھلے اور برے کو سنبھالتی ہے۔ تو جو ہر جاندار کے کھانے کو طرح طرح کی چیزیں پیدا کرتی ہے۔ تو جو مردہ انسان کو بھی اپنی گود میں چھپا لیتی ہے اور اسے قیامت تک سلائے رکھتی ہے تو ہی میرے پیارے کا پتہ بتا۔ ہائے کیا کروں؟ کوئی جواب نہیں دیتا۔ ہائے۔

اپنا غمخوار خدایا میں بناؤں کس کو   کون آتا ہے میرے پاس بلاؤں کس کو

اپنی بگڑی ہوئی صورت یہ دکھاؤں کسکو ‎ ‎ ‎ قصۂ رنج و الم جا کے سناؤں کس کو

یا خدا کہاں جاؤں۔ کس سے جا کے فریاد کروں۔ کس سے طلب داد کروں۔ ستم۔ ستم۔ غضب۔ غضب۔ مَیں کس لیئے جیوں۔ کس لیئے ہار سنگار کروں۔ کس کو بن ٹھن کے دکھاؤں۔ نہیں۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اب نہ تو سنگار کرونگی اور نہ ہار ہی پہنونگی۔ میں اپنے تمام زیور اُتار کے پھینک دونگی اور جب تک میرے سر کا تاج نہ آئے اس کے غم میں گھُل گھُل کے مر جاؤنگی۔

مارتھا۔ اری ربقہ۔ ربقہ۔ دروازہ پر جاکر دیکھ۔ کس کے دستک دینے کی آواز آئی ہے۔ شاید ذکریا آگئے ہوں اور خدا نے اِس عاجز کے آہ و نالے سن لیئے ہوں۔

(ربقہ کا جانا اور دروازہ پر عاموس کو دیکھکر پھر واپس آنا)

ربقہ۔ بی بی جی حضرت عاموس آگئے ہیں اور دروازہ پر کھڑے ہیں۔

مارتھا۔ اُن کو جلد ہی بُلا کر لا اور عزت سے بٹھا۔ وہ مردِ خدا وقت پر آئے ہیں۔ ضرور کوئی نہ کوئی نیک خبر لائے ہیں۔

(ربقہ کا جانا اور عاموس کو لانا)

عاموس۔ بہن کہیئے کیا کچھ ہمارے بھائی ذکریا کی خبر آئی؟

مارتھا۔ ابھی تک تو نہ کوئی پتہ لگا۔ نہ کوئی سُراغ پایا۔ نہ نامہ بر آیا۔ نہ ہرکارہ خط لایا۔ آپ کے آنے سے میری اُمید تازہ ہو گئی۔ اور میں خیال کرنے لگی کہ آپ کوئی لائے ہیں ضرور مژدۂ جانفزا۔ مگر قسمت نے اِس دفعہ بھی ساتھ نہ دیا۔

عاموس۔ بہن ابھی تک تو مجھے کوئی پتہ نہیں ملا۔ مگر مَیں جلد ان کی تلاش میں روانہ ہو جاؤنگا اور خدا چاہے تو چند یوم میں پُورا پتہ لگا کر آؤنگا۔

مارتھا۔ جائیے اور ضرور جائیے کہیں اُن کا پتہ لگایئے۔ خداوند ہمارے باپ ابراہیم۔ اضحاق اور یعقوب کا خدا آپ کے ساتھ جائے اور آپ کے ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے۔

ے قاصد لا دے خبر یار کے آجانے کی
جان جاتی ہے چلی ہجر میں دیوانے کی

(امیدہ گرتا ہے)

آٹھواں سین

ذکریا کا سرائے میں نظر آنا

(گانا ذکریا کا)

ذکریا۔
چلی آسمان سے وہ ہوا کہ جہاں میں حشر بپا ہوا
نہ کسی میں مہر و وفا رہی نہ کسی میں خوفِ خدا رہا
کہیں تاج و تخت کی دھوم ہے کہیں آفتوں کا ہجوم ہے
کہیں بیگناہوں کا خون ہے کوئی رو رہا ہے کھڑا ہوا
کہیں دورِ بادۂ ناب ہے کوئی دردِ غم سے خراب ہے
یہ نیا غضب یہ نیا ستم وہ شہیدِ تیغِ جفا ہوا

(پھر تھوڑی دیر سر جھکا کر فکر میں پڑ جاتا ہے)۔

چمن کے تخت پر جس دم شۂ گُل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا
خزاں آئی تو باقی کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
تھا کہتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گُل تھا

یا اللہ میں کہاں ہوں؟ مال و اسباب لُٹ گیا اور وہ ہیرا جس پر آئندہ خوشحالی کا دار و مدار تھا چھن گیا۔

(آنا سرائے دار کا)

سرادار۔ کہئے جناب۔ اب حال کیسا ہے؟
ذکریا۔ جناب کی مہربانی اور شفقت ہے کہ مجھے حاصل ہر طرح کی مسرت و راحت ہے۔ بھائی تم نے ایک مصیبت کے مارے اور پردیسی بیچارے پر بہت احسان کیا ہے۔ تم نے میری جان بچائی ہے۔ اور اب مجھے امید ہے کہ چند روز میں صحتیاب ہو جاؤنگا۔
سرادار۔ بھائی ہمارا تم پر کوئی احسان نہیں اور تمہیں ہمارا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم تو سرائے کے مالک ہیں۔ دام لیتے ہیں اور کام کرتے ہیں۔ شکریہ تم اُس کا ادا کرنا اور اس کا احسان ماننا جو آپ کو جنگل سے لایا تھا۔ اور جس نے یہاں آکر تمہاری تیمارداری کا انتظام کیا۔ سب دام اپنی گرہ سے ادا کیا۔ اب بھی اُسی کا دیا ہے جو تم پر خرچ ہو رہا ہے۔
ذکریا۔ مگر وہ کہاں ہے ہمارا مہربان جس نے کیا مجھ پر اتنا بڑا احسان؟
سرادار۔ وہ آپ کو یہاں چھوڑ کر ایک خاص کام کے لئے کہیں گئے ہیں بس آج آنے ہی کو ہیں۔

(شمعون سامری کا آنا)

شمعون۔ کوئی ہے؟
سرادار۔ (جھانک کر دیکھنا اور ذکریا سے مخاطب ہو کر کہنا) لیجئے۔ وہ آئے آپ کے مہربان۔ نگہبان۔ قدردان جنہوں نے کیا ہے آپ پر اس قدر احسان۔ جس سے آپ پھر ہو گئے زندہ انسان۔
نوکر۔ (دوڑ کر جاتا ہے) آئیے جناب۔ آئیے۔

(سرادار بھی آجاتا ہے)

سرادار۔ (سلام کرکے) آئیے حضور پُر نور فیض گنجور۔

شمعون۔ بتائیے۔ ہمارے بھائی کا کیا حال ہے؟

سرادار۔ اب پہلے کی نسبت ہیں بہت تندرست۔ زخم بھی ہو گئے ہیں درست اُٹھتے ہیں بیٹھتے ہیں۔ کھاتے ہیں۔ پیتے ہیں۔ امن و آرام سے جیتے ہیں۔ سُنتے ہیں سُناتے ہیں۔ ہنستے ہیں ہنساتے ہیں۔ خوب طاقتور ہوتے جاتے ہیں۔

نوکر۔ حضور میں رات دن حاضر رہتا ہوں۔ یہ ایک بار بُلاتے ہیں میں سو بار آتا ہوں۔ جو کہتے ہیں دوڑ کر کرتا ہوں۔ رات بھر جاگتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اس قدر جلد شفا پا رہے ہیں۔ خوب تندرست اور طاقتور ہوتے جا رہے ہیں۔ میں تو ان کی خدمت اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ان سے پُوچھ لیجیے۔

شمعون (سرادار سے) مَیں تمہاری مہربانیوں کا شُکر گزار ہوں۔ تم نے اِس مصیبت زدہ کی اچھی طرح سے مدد کی۔ اور خدمت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اب اپنا حساب دکھاؤ اور مجھ سے اپنا تمام دام وصول کرو۔

(سرائے دار ایک کاغذ پیش کرتا ہے۔ شمعون اُسے بغور پڑھکر رکھ دیتا اور اپنی جیب سے روپے نکال کر سرائے دار کو گن گن کر دیتا ہے اور سرائے دار ایک ایک روپیہ لیتے ہوئے سلام۔ دُعائے خیر۔ حضور آداب۔ شکریہ۔ مہربانی کہتا چلا جاتا ہے)۔

شمعون۔ کیا سارا حساب مل گیا یا کچھ باقی ہے؟

سرادار۔ نہیں۔ حضور۔ پیسہ پیسہ وصول پا لیا ہے۔

شمعون (اَور روپے دیکر) یہ نوکروں کو انعام دیجئے اور انہیں خوش کیجئے۔

سرادار۔ (دے کر) حضور سلامت۔

نوکر۔ حضور کی جان سلامت۔ حضور کا خاندان سلامت (بار بار یہ الفاظ کہتے اور شور مچاتے ہیں)۔

شمعون۔ (سرادار سے) دیکھو۔ اب میں اپنے آدمی سے مل کر جاتا ہوں۔ تم اسے

یہاں رہنے دو۔ اور جب تک پُوری پُوری صحت اور طاقت نہ ہو جائے۔ برابر خدمت کرتے جاؤ۔ اور اس کے عوض یہ (دیکر) دو سو روپیہ اور لے لو چلو اب مجھے اُن کے پاس لے چلو۔

(سب کا اندر ذکریا کے پاس جانا)۔

سمرا وار۔ (ذکریا سے مخاطب ہو کر) لیجئے یہ آ گئے آپ کے بچانے والے۔ آپ کو جنگل سے اُٹھا کر یہاں لانے والے۔ آپ کی خاطر اپنا مال و دولت لٹانے والے۔ سخاوت میں حاتم کی قبر پر لات مارنے والے۔ اور دولتمندی میں قارون کو مات دینے والے۔

ذکریا۔ سلام۔ آداب۔

شمعون۔ سنائیے جی۔ اب آپ کا مزاج کیسا ہے طبیعت کا کیا حال ہے؟

ذکریا۔ خداوند قادرِ مطلق کی رحمت اور آپ کی عنایت سے بچ گیا ہوں۔ ورنہ مرنے میں کسر ہی کیا رہ گئی تھی؟ آپ میرے بچانے والے ہیں۔ ڈاکوؤں سے چھڑانے والے ہیں۔ (اُٹھنے کی کوشش کرتا ہے)

شمعون۔ (روک کر) بیٹھے ہی رہیں۔ اُٹھنے کی ہمت نہ کریں۔ میں نے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے اور بس۔

یہی ہے مروّت یہی دین و ایماں ‫ ‬ کہ کام آئے دُنیا میں انساں کے انساں

ذکریا۔ میں آپ کی مہربانی کا شکریہ کس مُنہ سے ادا کروں؟

شمعون۔ نہیں میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔

ذکریا۔ سب کچھ۔ بہت کچھ۔ اے میرے بھائی۔ خدا ہمارے باپ دادا ابراہیم۔ اضحاق اور یعقوب کا خدا آپ کو بہت برکت دے اور سلامت رکھے

شمعون۔ (ذرا مسکرا کر) آپ مجھے بھائی تو کہتے ہیں لیکن کیا آپ کو یہ بھی

معلوم ہے کہ میں سامری ہوں اور آپ یہودی ہیں؟

ذکریا۔ بات خواہ کچھ ہی ہو۔ جب آپ نے مصیبت کے وقت میری خبر لی تو آپ ہی میرے بھائی ہوئے۔ بلکہ جن کو میں بھائی سمجھتا تھا وہ چھوڑ کر چلے گئے۔

سرادار۔ (بات کاٹ کر) مداخلت کے لئے معاف کریں۔ جب یہ آپ کو اُٹھا کر یہاں لائے تو اس سے پہلے یہاں کاہن اور لاوی دونو آئے اور خبر دی کہ ایک آدمی یہاں سے دُور سڑک پر پڑا ہے جسے ڈاکو مار کر ادھ مُوا کر کے چھوڑ گئے ہیں۔ اُسے اُٹھا لاؤ۔ مگر اُس کے جلد ہی بعد یہ (شمعون کی طرف اشارہ کر کے) آپ کو اُٹھائے یہاں آ پہنچے۔

ذکریا۔ بس جب یہ بات ہے کہ کاہن اور لاوی جو میرے ہم قوم تھے وہ مجھے دیکھ کر اپنی راہ چلے گئے اور انہیں اتنی بھی توفیق نہ ہوئی کہ میرے منہ میں پانی ہی ڈالتے یا کم از کم وہاں سے اُٹھا کر کسی درخت کے ہی نیچے رکھتے تو وہ میرے نام کے بھائی ہوئے مگر آپ میرے کام کے بھائی نکلے۔

شمعون (سرادار سے مخاطب ہو کر) ہاں میں نے بھی دُور سے دیکھا کہ کاہن اور لاوی ان کو سڑک پر پڑا دیکھ کر آگے نکل گئے۔ مگر مجھے تو بہت ہی ترس آیا اور ان کی حالتِ زار دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا۔

ذکریا۔ تو آپ کہاں سے آ رہے تھے؟

شمعون۔ جناب۔ میں وہی سامری ہوں جس کے ساتھ چلنے سے آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ یہودیوں اور سامریوں کے درمیان کوئی تعلق اور لین دین نہیں۔ میں آپ کی ہدایت کے مطابق آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا اور آخر میرے اور آپ کے درمیان ایک آدھ میل کا فاصلہ ہو گیا اور جب کہیں ڈاکوؤں نے آپ پر حملہ کیا تو سڑک کے موڑ کی وجہ سے آپ مجھے نظر نہ آئے۔

لاوی اور کاہن دونو آئے۔ اور آگے نکل گئے۔

ذکریا۔ ہائے افسوس۔ جن کو میں نے اپنا جانا وہ بیگانے نکلے اور جسے بیگانہ سمجھا وہی مصیبت کے وقت کام آیا۔ اب دُنیا میں کوئی کسی کا کیا اعتبار کرے اور کس پر بھروسہ کرے؟ زمانہ ہی بہت خراب آگیا ہے۔

نہ یاروں میں رہی یاری نہ بھائیوں میں وفاداری
محبت اُٹھ گئی ساری سماں کیسا یہ آیا ہے

سرادار۔ تو کیا وہ آپ کے ہم قوم ہی ہیں یا واقف بھی ہیں؟

ذکریا۔ واقف؟ واقف تو تھے یہاں تک کہ نت چندہ لینے آجاتے ہیں۔ میرے گھر میں ضیافتیں اُڑاتے اور عیش کرتے ہیں۔ کاہن کے بیٹے کی شادی تھی۔ مَیں نے دو سو روپیہ مُفت نذر کر دیا۔ لاوی نے کسی کا قرض دینا تھا۔ میں نے اپنی گرہ سے بھر دیا۔ جو کام ہو۔ بھاگے آتے ہیں اور مجھی سے کراتے ہیں۔ مگر جب مجھ پر ذراسی مصیبت آئی تو مُنہ پھیر لیا اور آنکھیں دکھا کر چلے گئے گویا کبھی واقف ہی نہ تھے۔

سرادار۔ افسوس کرنا فضول ہے۔ جو ہوا سو ہوا۔ ساری دُنیا کا یہی حال ہے۔

دُنیا بھی عجب گھر ہے کہ راحت نہیں جس میں
یہ شہد ہے وہ شہد حلاوت نہیں جس میں
بے رنج و الم شامِ غریباں نہیں گذری
دُنیا میں کسی شخص کی یکساں نہیں گذری

ذکریا۔ (شمعون سے مخاطب ہوکر) آپ ہی ہیں میرے بھائی۔ کیونکہ آپ نے میرے لئے مصیبت اٹھائی۔ حالانکہ آپ میں اور مجھ میں نہ تھی کوئی شناسائی میں آپ کو ہمیشہ بھائی کہا کرونگا اور دل سے بھائی سمجھا کرونگا۔

برابر ہو گیا ہے مرتبہ صاحب سلامی میں
نہ میں آقا رہا تیرا نہ تو میری غلامی میں

شمعون۔ آپ کے بزرگ ہمیشہ اپنے تئیں اعلیٰ اور تمام دوسری قوموں کو ادنیٰ خیال کرتے رہے ہیں۔ لیکن میں آپ کو ایک بہت بڑی خوشی کی خبر سناتا ہوں کہ سوخار میں ایک عجیب و غریب آدمی پیدا ہوا ہے جو ساری دُنیا کے لوگوں کو ایک جیسا سمجھتا ہے۔

ذکریا۔ ہاں۔ ہاں۔ ضرور سنائیے۔

سرادار۔ یہ خوشی کی خبر ہمیں بھی بتائیے۔

نوکر۔ مہربانی سے اُس کا تمام حال پُورا پُورا بیان کیجئے۔

دوسرا نوکر۔ اور ہم سب کی دُعائیں لیجئے۔

ذکریا۔ ہاں۔ آپ کی باتیں بہت پیاری ہیں۔ مجھ جیسے بیمار کو شفا بخشنے والی ہیں۔ آپ بتائیے اور بہت جلد سب ماجرا سنائیے کہ وہ آدمی کون ہے؟

شمعون۔ خدا آپ کو برکت دے۔ عزت اور طاقت بخشے۔ میں ابھی سوخار سے آرہا ہوں جو کوہِ جرازیم کے نیچے واقعہ ہے۔ وہاں کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گویا بہشت کے باشندے ہیں نہ کہ زمین کے رہنے والے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی آگیا ہے جسے انہوں نے دیکھا ہے۔

ذکریا۔ ہیں! نبی؟ کس کا؟ ہمارا یا آپ کا؟

شمعون۔ دونو کا۔ ہمارا اور آپ کا۔ یہی تو اس کا کمال ہے۔ وہ اُسے منجیٔ جہان کہتے ہیں۔

ذکریا۔ وہ کیسے؟

(اتنے میں دونو نوکر بھی قریب آتے اور سننے لگتے ہیں)

شمعون۔ ارے۔ جاؤ یہاں سے۔ اپنا کام کرو۔

(نوکر تھوڑی دور جاکر پھر آہستہ آہستہ قریب آجاتے اور غور سے کان لگاکر سنتے ہیں)

ایک نوکر۔ اگر یہ بات سچ ہے تو بہت ہی خوشی کی خبر ہے۔

شمعون۔ پھر آگئے تم؟ اچھا۔ ٹھہرو۔ خاموش ہوکر سنو۔ واقعہ عجیب و غریب ہے۔ مریم نام ایک عورت جسے میں دیر سے جانتا ہوں، شوخار کے باہر ایک کنوئیں پر اُس نبی کو ملی۔ وہ کنواں یعقوب کا ہے۔ نبی یہودیہ سے گلیل کو جا رہا تھا اور تھک کر اُس کنوئیں پر دم لینے بیٹھ گیا۔ اور مریم سے کہا کہ مجھے پانی پلا۔ پہلے تو اس نے بے پروائی سے جواب دیا۔ لیکن پھر کہا کہ تو یہودی ہوکر مجھ سامری عورت سے پانی کیوں مانگتا ہے؟ کیونکہ یہودی سامریوں سے کسی طرح کا برتاؤ نہیں کرتے۔ اور دوسری بات یہ کہ میں عورت ذات ہوں۔ لیکن جب اُس نبی نے اُس کو اس بات کا جواب دیا تو وہ بہت حیران رہ گئی۔ اس نے معلوم کیا کہ کبھی کسی انسان نے ایسا کلام نہیں کیا۔ اس نبی نے اُس عورت کے دل کی پوشیدہ باتیں جان لیں اور اُس کی پہلی اور موجودہ زندگی کے تمام بھید کھول کر بیان کردیئے تو وہ حیرت کا پتلا بن کر رہ گئی۔ پھر مریم نے اس سے مذہب کی بابت کئی سوال پوچھے جس میں سے ہر ایک کا اُس نے تشفی بخش جواب دیا۔ تب اس کے دل میں یہ بات آئی کہ یہ آدمی ضرور نبی ہے بلکہ وہی خاص نبی ہے جس کا ابتدا سے انتظار ہورہا ہے۔ اس کے دل پر اس قدر اثر ہوا کہ وہیں گھڑا چھوڑ شہر کو دوڑی گئی کہ جاکر خوشی کی خبر دی کہ آؤ۔ دیکھو۔ نبی آیا ہے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ سکم کے علاقہ کے لوگ کس قدر جوشیلے آدمی ہیں۔ یوں ہوا کہ جونہی اُنہوں نے یہ خوشخبری سنی سب نے کام کاج چھوڑا اور شہر سے نکل کر سب اُس کے پاس آگئے۔ اور آکر جیسا مریم نے بتایا تھا

ویسا ہی پایا۔ کیونکہ وہ نبی ان کے ہاں دو دن اور رہا۔ بس وہ یہ بات ہی بھول گئے کہ ہم زمین کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے محسوس کیا کہ زمین جنت بن گئی ہے۔ وہ سب کے سب چھوٹے اور بڑے۔ جوان اور بوڑھے۔ عورت اور مرد۔ غریب اور امیر اُس پر ایمان لے آئے ہیں۔

ذکریا۔ واہ۔ وا! اُس کا نام کیا ہے؟ وہ کہاں کا ہے؟

شمعون۔ اُسے یسوع ناصری کہتے ہیں۔ اور وہ یقین کرتے ہیں کہ مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے جس کا پشت ہا پشت سے انتظار ہو رہا ہے کہ وہ آکر دُنیا کو اُن کے گناہوں سے نجات دیگا۔

سب۔ (مل کر) عجیب بہت عجیب۔

شمعون۔ لیکن اس سے بھی زیادہ وہ بات عجیب ہے جس کا مجھ سے اور آپ سے واسطہ ہے۔ آپ نے مجھے بھائی کہا ہے اس لئے کہ میں نے آپ کی خدمت کی جس کا انسانیت تقاضا کرتی ہے۔ لیکن میں آپ کو اس لئے بھائی کہتا ہوں کہ آپ حضرت آدم کی اولاد ہیں اور میں بھی آدم کی اولاد ہوں۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ جب اُس سامری عورت مریم نے یہ جانا کہ یسوع نبی ہے تو اس نے اس سے یہ سوال کیا کہ ہمارے باپ دادوں نے اس پہاڑ پر پرستش کی اور تم کہتے ہو کہ وہ جگہ جہاں پرستش کرنی چاہئے یروشلم میں ہے۔ دونو میں سچا کون ہے؟ تم یہودی یا ہم سامری جب وہ یہ بات کر رہی تھی تو اس نے دیکھا کہ اس نبی کا چہرہ الٰہی نُور سے چمک رہا ہے۔ اس نے مریم سے کہا۔ اے عورت۔ میری بات کا یقین کر کہ وہ وقت آتا ہے کہ نہ تو تم اس پہاڑ پر باپ کی پرستش کرو گے اور نہ یروشلم میں (لفظ باپ پر زور دیا جائے) جب یسوع یہ باتیں کر رہا تھا تو اس کا منہ آسمان کی طرف تھا۔

ذکریا۔ بھئی۔ اُس نبی نے آکر خدا کو تمام انسانوں کا باپ کہا۔ اور اس لئے جو اس پر ایمان لاتا ہے وہ بھی یہ یقین کرتا ہے کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ جب سب بھائی بھائی ہوں تو فساد اور لڑائی۔ دُوئی اور جُدائی کیونکر باقی رہ سکتی ہے؟ جب یہ حالت ہو تو نہ یُونانی رہا نہ یہودی۔ نہ ختنہ نہ نامختونی۔ نہ وحشی نہ سکوتی۔ نہ غلام نہ آزاد۔ صرف مسیح سب کچھ اور سب میں ہے۔

سرادار۔ (شمعون ساری کے کاندھے پر ہاتھ رکھکر) اگر اِنہوں نے اس نبی کا یہ پیغام نہ سُنا ہوتا تو آپ سے کیونکر اتنی بڑی ہمدردی کرتے؟ اِنہوں نے وہ کیا ہے جو بھائیوں نے بھی نہ کیا۔ آؤ سب اس پر ایمان لائیں۔ اور اُس کی حمد و ستائش کے گیت ہم آواز ہو کر گائیں۔

سب کا مل کر گانا

بیت اللحم کا آج ستارہ چمک گیا
تاریکیٔ زمین کا کنارہ چمک گیا

فلکی چمک گئے ہیں زمیں پر چمک پڑی
زُہرہ کا آسماں پہ ستارہ چمک گیا

اُس آفتابِ صدق کا پرتو پڑا جونہی
تاریک خانہ دِل تھا ہمارا چمک گیا

نُورِ خدا سے دُور ضلالت میں تھے پڑے
اندھا ضمیر اس سے دوبارہ چمک گیا

مُردوں کو اُس نے آکے سنائیں بشارتیں
شہرِ خموشاں دیکھ لو سارا چمک گیا

جاپان۔ ہند۔ چین یہ تاریک ملک تھے
قسمت کا اُن کے اب ہے ستارا چمک گیا

چھوڑا تھا تم نے حق کو بُتوں کو تھے مانتے
دِل نُورِ حق سے کیسا تمہارا چمک گیا

کیا رُتبہ خاکساروں کو بخشا خدا نے آج
ذرہ بھی دیکھو مثلِ شرارہ چمک گیا

کیسی خوشی سے بلبلیں ہیں چہچہا رہی
بیلا چنبیلی اور ہزارہ چمک گیا

وہ آفتابِ صدق ہے رُوحوں کی زندگی
مُردہ دِلوں کا آج ہے تارہ چمک گیا

رُوح القدس نے کیسا کیا کام دہر میں
ہر ایک واعظ انجمن آرا چمک گیا

شمعون۔ آؤ خدا کی بارگاہ میں سچے دل سے وعدہ کریں کہ ہمیشہ یسوع مسیح کے نام کا وِرد کرتے رہینگے تاکہ اس کی حضوری میں نیک زندگی گزاریں۔

پھر سب مِل کر گاتے ہیں :-

لب پہ ہو میرے سدا۔ ہر دم یسوع ہمدم یسوع
روز و شب۔ صبح و مسا۔ ہر دم یسوع ہمدم یسوع

دل سے یہ ہر ایک دم کے ساتھ نکلے دم بہ دم
خُونِ رگ کی ہو صدا۔ ہر دم یسوع ہمدم یسوع

کام میں آرام میں آسائش و آلام میں
ہر زماں۔ ہر حال و جا۔ ہر دم یسوع ہمدم یسوع

جب مصیبت ہو پڑی تو یاد کر لو اُس گھڑی
ہے بِرا مُشکل کُشا ہر دم یسوع ہمدم یسوع

چھوٹ جائے رنج و غم سے اس جہاں کے تُو دِلا
گر وظیفہ ہو تِرا ہر دم یسوع ہمدم یسوع

آسماں پر کُل فرشتے اور یہاں سب نیک لوگ
کرتے ہیں مِل کر ثنا۔ ہر دم یسوع ہمدم یسوع

راحت و آرامِ جاں۔ تاب و توانِ ناتواں
بیکسوں کا آسرا۔ ہر دم یسوع ہمدم یسوع

دِین و دُنیا مال و زر کی اس کو حاجت کچھ نہیں

جس کے دل میں بس گیا۔ ہر دم یشوع ہمدم یشوع

کیوں فلک جھک کر نہ دیکھے عالمِ سفلی کو کیوں؟

خاںؔ ہے محوِ ثنا۔ ہر دم یشوع ہمدم یشوع (پردہ گرتا ہے)

(بعض حصے ایسے بھی ہیں کہ جن کو حسبِ موقعہ چھوڑ بھی سکتے ہیں)

خاںؔ
